احد ١٣

طلوع دین حقیقی

جلد اول

प्रमाण पूर्ण प्राचीनधर्म्म

یعنے

براہین دین حقیقی

جس میں

الہام الٰہی کے ذریعہ تمام عالم کو دین حقیقی کی تعلیم دی گئی ہے، اور اثبات وجود باریتعالیٰ، تردید دہریت والحاد میں موجودہ فلسفہ اور سائنس پر بحث اور صراط مستقیم کی تشریح، مذہب کی ضرورت وغایت شریعت یعنی دوستھا کی حقیقت، عبادت و صحیح طریق عبادت کا اظہار کرتے ہوئے ثابت کیا گیا ہی کہ جملہ مذاہب کس طرح اپنے واقعی اصول وراستہ کو فراموش کر بیٹھے، نیز بہترین اسلوب میں خدائی واحد کی محبت اور اسکی ذات میں متوصل ہونیکا طریق تحریر کرتے ہوے راہ نجات دکھائی گئی ہے۔

جسکو

النشور استحابت شریمان پنڈت پرشوتم دیو، ست دھاری (مامور من اللہ) نے بتایید رب العزت تصنیف کیا اور

لالہ رام چرن لال ویش منیجر ویدودیا ساگر اوشدھالیہ اٹاوہ نے شائع کیا

مطبع اگرہ اخبار اگرہ میں چھپا



جلد اوّل

प्रमाण पूर्ण प्राचीन धर्म्म

یعنے

براہینِ دینِ حقیقی

جس میں

الہام الٰہی کے ذریعہ تمام عالم کو دین حقیقی کی تعلیم دیگئی ہی، اور اثبات وجود باریتعالی، تردید دہریت الحاد میں موجودہ فلسفہ اور سائنس پر بحث اور صراط مستقیم کی تشریح، مذہب کیضرورت غایت، شریعت یعنی دستہا کی حقیقت، عبادت وصحیح طریق عبادتکا اظہار کرتی ہوئے ثابت کیا گیا ہی کہ جملہ مذاہب کسطرح اپنی دعی اصول راستہ کو فراموش کر بیٹھے، نیز بہترین اسلوب میں خدائے واحد کی محبت اور اسکی ذات میں متوصل ہونیکا طریق تحریر کرتے ہوئے راہ نجات دکھائی گئی ہی۔

جس کو

المشہور استہاپت شریمان پنڈت پرشوتم دیو، ست دہاری (محمد مومن اللہ) نے بتائید رب العزت تصنیف کیا اور

منیجر ویدودیا ساگراوشدھالیہ اٹاوہ نے شائع کیا

مطبع آگرہ اخبار آگرہ میں چھپا

کتاب براہین دین حقیقی کی معجزانہ تاثیر
اور
ماموریں اللہ کے روحی فیضان کی تصدیق

چونکہ کسی امر میں ہم مذہب کی تائید کے متعلق طرح طرح کے شکوک کئے جاسکتے ہیں اسلئے اس موقع پر ہم محض غیر مذہب اور غیر متعلق اشخاص کی آرار کا ذکر کرتے ہیں۔

یہ کتاب پیشتر مسلم پریس اعظم گڈھ بغرض طبع بھیجی گئی مگر دو ہفتہ کے بعد جناب مینیجر صاحب نے بدیں الفاظ کتاب مذکور واپس کر دی:۔

"آپ کی کتاب حقیقت میں آب گھر سے لکھنے کی ہے میں اسکو پڑھتا رہا اور میری روح پر ایک گہرا نقش اپنی پڑشتابی کا عرصہ تک رہا۔ بے شبہ اس کتاب سے ہزاروں روحی فائدہ اٹھا سکتے ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ ایسی بہتر جیسی کہ آپکی خواہش ہے میں فی الحال اسوجہ سے نہیں چھاپ سکتا کہ میرے پاس دیسی پریس ہے"

پھر ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس قسم کی مثال جیسا کہ آپ نے کیا ہے دنیا میں کمتر ہیں اب ایسے لوگ اور ایسی ہستیاں کہاں ہیں جن سے ایسے اخلاق کریمانہ لوگ سیکھ سکیں"

کتاب ہذا میں یہ بھی ذکر ہے کہ اس عاجز کے ہاتھ سے اکثر بیمار شفا پاتے ہیں چنانچہ جناب سید مبارک حسین صاحب پیشکار عدالت کلکٹری اٹاوہ لکھتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ عرصہ چار یوم سے ڈاڑھ کے سخت درد میں مبتلا اور خواب و خورش حرام تھا زندگی وبال ہو رہی تھی، اتفاقاً پنڈت صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا اور انکے ڈاڑھ پر ہاتھ لگاتے ہی میاد درد اسوقت بالکل موقوف ہو گیا اور بفضلہ تعالیٰ توانا و درست ہوں۔"



PANDIT PARSHOTAM DEO (MAMOOR MIN ALLAH).

فہرست مضامین کتاب براہین دین حقیقی

مضمون کتاب	نمبر صفحہ

پیشین گوئیاں

۱۔ قال اللہ تعالیٰ خرجتھم من القصر۔ ۲ و انزلنا عذابنا۔

۳۔ تحسبھم جمیعاً الا حی فیرجی۔ فاض البحر و غرق کم۔ فلما

رأیتہ۔ سلمت علیہ وقفت علی مرۃ۔ الملک حلو الطعم بل لاخیر

مر التکالیف۔

۴۔ ایک آراستہ گلستاں دیکھا جسکی زینت بلند مناروں اور عالی قصروں سے اور بھی

زیادہ ہو گئی تھی مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد مالک چمن آیا اُسنے روشیں درست اور درختوں کو

قلم کیا۔ بلند مناروں اور قصروں کی جگہ جدید تعمیر ہوئی بلکہ سرے سے مکین بھی بدل

دئے گئے اور آہنی ستونوں پر پیادوں نے نشست کی۔

۵۔ اے انسانوں آنیوالی مصیبت سے ڈرو۔ خدا کی طرف دل و جان سے مخاطب

ہو جاؤ، اس سے التجا کرو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ دوسروں پر جبر نہ کرو۔ خبردار

رہو ایسا نہ ہو کہ وہ منتقم حقیقی تم کو فوراً پکڑ لے، دیکھو ایک افسوس گذر گیا اور دوسرا اور

تیسرا شدید افسوس آنے والا ہے، جب زمانہ کی صف اُلٹ دیجائیگی اور خدا کی

عدالت استادہ کی جائے گی۔

اعلان

یہ کتاب جسکا نام "براہین دین حقیقی" ہے جملہ مذاہب عالم
کے روبرو پیش کر کے عام اعلان کیا جاتا ہے کہ کتاب مذکور
کسی ذاتی غرض و مفاد سے ضبط تحریر میں نہیں آئی بلکہ اسکا
ہر ایک لفظ و کلمہ ارشادات اور احکام رب العزت کی ترجمانی ہے۔
اس ناچیز بندہ نے دُنیا کے سامنے منشائے الٰہی کے اظہار
کیلئے عزم بالجزم محض بتائید الٰہی کیا ہے اور اِس عبد اقل کو یہ
بھی اشارت و بشارت ہوئی ہے کہ مشرق سے مغرب تک
منادی کر دیجائے کہ اِس کتاب میں بجز صداقت اور راستبازی
کے اور کچھ نہیں، جسکا مقصد اولین انسان کو معبود حقیقی کے
آستانہ کا صحیح پتہ بتانا ہے۔

اِس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھنے کے بعد یہ ظاہر ہوگا
کہ موجودہ زمانہ میں جیسی تعلیم کی انسان کو ضرورت ہے وہی دیگئی

ہے۔ خود دنیا میں مذاہب کی کثرت یہ بتاتی ہے کہ انسان جیسے جیسے ترقی کے مدارج طے کرتا گیا ہر نوبت و درجہ پر خدا کے خاص بندے آتے اور ضرورت زمانہ کے مطابق اسکو تعلیم و تلقین کرتے رہے۔ خدا علام الغیوب ہے اُسکے نزدیک آج اور کل حتیٰ کہ لاکھوں اور کروروں برس کے آیندہ واقعات کچھ حقیقت نہیں رکھتے یعنی زمانہ حال و استقبال علم الٰہی میں یکساں ہیں متعدد ہادیان کی آمد خود اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کوئی کام بنظر حفظ ماتقدم نہیں کرتا ورنہ پھر ایک ہی ہادی کافی ہوتا۔ گویا فطرت الٰہی یہ ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق خاصان خدا آئیں اور رہنمائی و رہبری کا باعث ہوں۔

یہ قبول کرنا پڑیگا کہ موجودہ دور پچھلے زمانہ سے بیحد ترقی پر ہے مادیین نے جو خدا کی ہستی کے منکر ہیں انسانی ایمان کو متزلزل کرنیوالی ایجادات اس سے قبل کبھی نہیں کیں اور نہ انسان کو راہ راست سے برگشتہ کرنیوالے علوم و فنون اس پایہ کے موجودہ دور سے پیشتر کبھی اخذ کئے، پھر (ہم تمام دُنیا سے دریافت کرتے ہیں کہ

اس مادیت کے روشن دور میں انسانونکی اصلاح اُنکو دہریت سے بچانے اور ایک واحد وبیمثال ارفع واعلیٰ ہستی کیطرف مخاطب کرنیکے لئے کیا کوئی خدا کا خاص بندہ دستور الٰہی اور قانون فطرت کے مطابق نہیں آنا چاہیئے؟

اب کتاب کا بغور مطالعہ کرو اور دیکھو کہ وہ ضرورت مذکور کو کس حد تک پورا کرتی ہے اور اگر تم اسکو انسانی ایجاد سمجھتے ہو تو اس سے بہتر یا ایسی ہی تم بھی تحریر کرو جسمیں کسی آسمانی نوشتہ یا دیگر تصانیف سے مدد نہ لیگئی ہو اور ترتیب کتاب میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ایسی تصنیف سے کسی مذہب ملت کی دل آزاری نہ ہو۔ بلکہ تمام دنیا کے انسانوں کو بلا خیال رسم و رواج اور قومیت کے ایک رشتۂ اتحاد سے وابستہ کرکے ایشور کے دربار میں مساوی طور پر شرف باریابی و عزت جبہ سائی عطا کرتی ہو۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ اگر کوئی صاحب کتاب ہذا کی تردید میں کچھہ تحریر کرنا چاہیں تو لازم ہے کہ جملہ دلائل قانون قدرت اور اصول عقلی کے خلاف نہ ہوں۔

چونکہ کتاب ہٰذا تمام دُنیا کے انسانونکی رہنمائی کیلئے ہے اور جسکی تعلیم کسی خاص فرقہ تک محدود نہیں اسلئے کسی خاص شرط یا کتاب کی پابندی لازمی قرار نہیں دیگئی بلکہ دُنیا میں دلائل عقلی ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ تمام انسان اونکے روبرو سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

چونکہ کتاب ہٰذکور راستبازی اور صداقت پر مبنی ہے لہذا جوابات میں بھی یہی خیال رہے نیز مذہبی تعصب و طرفداری سے کام نہ لیا جائے۔ بقول

راستی موجب رضائے خدا ست

راقم

خدائے بزرگ کا عاجز بندہ

پنڈت پرشوتم دیو۔ اٹاوہ

یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء

دیباچہ

دعا

اے خدائے بزرگ تمام عالم کے خالق و مالک۔ اے وہ ارفع و اعلیٰ ہستی جس کے جلوۂ نورانی سے دُنیا کا ذرہ ذرہ منور ہے، اے وہ جس کے وجود باجود سے کائنات کی کوئی شے خالی نہیں تیرے اس مقدس آستانے پر جو ابدالاباد سے مسجود خلایق خاص و عام ہے اپنی جبین ناچیز کو جھکاکر نہایت عاجزی و خاکساری سے عرض کرتا ہوں کہ تیری نعمتہائے گوناگوں اور انعام لامتناہی کے ذکر و شکر سے بندہ عاجز ہی۔ اگر اُسکے جسم کے مسامات دہن ہوجائیں اور تو اپنے افضال سے ہر دہن کو قوت گویائی عطا فرمائے بلکہ کائنات کا ہر ذرہ بھی ہم زبان ہوجائے تو بھی تیری وہ توصیف اور حمد و ثنا جو تیرا حق ہی اور تو جس تحمید و تمجید کا مستحق ہی ادا نہیں کرسکتے۔ تجھ پر خوب روشن ہی کہ میں جو کچھ کرتا ہوں اپنے نفس کیلئے نہیں بلکہ تیرے اشارہ پر دُنیا کو تیرے مقدس اور بےمثال نام کی دعوت دیتا ہوں۔

اے خداوند دُنیا کے قلوب میں اپنی محبت دے کہ وہ تجھکو پہچانیں اور تیری تلاش و جستجو کریں اور تجھ میں متوصل ہوکر نجات ابدی حاصل کریں۔ آمین۔ اَستو!

مامور من اللہ کی تشریح و توضیح

مامور من اللہ کے معنی ہیں۔ خدا کی طرف سے حکم کیا گیا جسکا ہندی ترجمہ ایشور آگیا انکول اور ایشور استھاپت ہے۔ چونکہ ہمارے نزدیک کوئی کتاب کسی زبان میں اُسوقت تک بہتر نہیں ہوسکتی جبتک اُسی زبان کے مخصوص الفاظ استعمال نہ کئے جائیں اسلئے ہندی شبدوں کے معنی اُردو الفاظ لکھے گئے ہیں جسکا مطلب یہ نہیں کہ اوس کی تعلیمات کسی خاص ایک فرقہ تک محدود ہیں۔ اور ہندی ایڈیشن میں بھی یہی رعایت ہے کہ عربی و فارسی الفاظ سے بالکل پاک ہے۔

مامور من اللہ کس کو کہتے ہیں

جب دُنیا میں مذہب کی حقیقی تعلیمات میں انسانی اختراعات اس درجہ ہو جاتی ہیں کہ اوس کا منشائے اصلی مفقود ہو جائے تو خدا کا کوئی خاص بندہ اوسکی اصلاح کیلئے مقرر کیا جاتا ہے جسکے شامل حال امداد خداوندی ہوتی ہے اور وہ جو کچھ بھی اصلاح کرتا ہے انسانونکی دل آزاری اور توہین سے نہیں بلکہ محبت و الفت سے۔ اُسیطرح طرح کے انکشافات ہوتے اور وہ آکاش بانی یعنی ندائے غیبی

الہام کی تشریح

سُنتا ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں الہام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اوسکے دل میں خدا اپنی جانب سے وہ خیالات پیدا کرتا ہے جو عام انسانوں کے نہیں ہوتے، وہ اپنے نفس کی خاطر نہیں بلکہ دوسروں کی اصلاح وفلاح کے لئے بات چیت کرتا، اوس کا ہر ہر لفظ معرفت الہی سے لبریز ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ جس روز سے انسان پیدا ہوا برابر جاری ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اِس اصول کو تمام حق پرست انسان قبول کرتے آئے ہیں اور چونکہ ایسے مخصوص اشخاص کے پاس کچھ علامات خاص ہوتی ہیں جن سے دُنیا شناخت کرتی ہے کہ فی الواقع یہ مامور من اللہ ہے، لہذا میں بالا علان دُنیا کے روبرو اون نشانات کو ظاہر کرتا ہوں جو خدا نے اِس عاجز بندہ کو عطا فرمائے ہیں:۔

۱۔ میں کسی مذہب کی تردید و توہین نہیں بلکہ دُنیا پر یہ ظاہر کرتا ہوں کہ ہادیان مذاہب کی بغیر عزت و احترام کے انسان کی خدا تک رسائی ممکن نہیں۔ کیونکہ خدا کے دوستوں کی عزت کرنے والا بھی خدا کا دوست ہے۔

۲۔ میرے ہاتھ سے بتائید الہی ہر طرح کے بیمار شفا پاتے۔ اور

مردہ دل انسان روحانیت حاصل کرتے ہیں۔

۳۔ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے، اور امور خاص کا جو دنیا میں ہونے والے ہیں مجھپر انکشاف کرتا ہے۔

۴۔ خدا میرا محافظ و نگہبان ہے اور اوس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے حقیقی مذہب کو مغرب سے مشرق تک پھیلا دے گا۔ اور میری کامیابی ایک زبردست نشان ہے۔

۵۔ میں کسی مذہب میں تفریق نہیں کرتا بلکہ مساوات اور صلح و امن کا پیغام لیکر آیا ہوں جو تمام بندگان خدا کی بہبودی فلاح کا باعث ہے۔

سرو شکتی مان ایشور اور خدائے قادر مطلق

کتاب ہذا میں جا بجا، رب العزت، قادر مطلق، خدائے بزرگ جل و علا، اور الہی کے الفاظ بجائے پرماتما، ایشور، سرو شکتی مان کے استعمال کئے اور بالقصد لکھے گئے ہیں کیونکہ وہی ایک ذات واحد ہے جسکے مختلف نام انسانوں نے مقرر کر لئے ہیں سب کا مقصود ذہنی اُسی ایک اعلیٰ ذات کیطرف ہی، مگر انسان کی ناقص طبیعتیں ایسی تاریک ہوگئی ہیں کہ اس معمولی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے ایکطرف سے ایشور کی ندا کی صدا بلند ہو رہی اور

دوسری طرف اللہ میاں کی توہین کیجاتی ہے اور ہر دو مذاہب کے پیرو اس پر بہت خوش ہیں۔ کیا دنیا میں متعدد خدا ہیں؟ ہندوؤں کا الگ، مسلمانوں کا علیحدہ، عیسائیوں کا جداگانہ، سکھوں کا مختلف اور جینیوں کا نرالا؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ ایک ہی ذات والا صفات ہے جسکے ہم سب ناچیز اور گناہگار بندے ہیں، چاہے اوسکو ایشور کہو یا خدا کے نام سے موسوم کرو یا گاڈ کہکر پکارو یا ایلی اور تھیاس کے نام سے نامزد کرو، ان ناموں میں سے اگر کوئی شخص کسی کی بھی نندا کرتا ہے تو وہ خدا کی توہین و تذلیل کرتا ہے اور میرے نزدیک ایشور کا بندہ کہلائے جانیکا مستحق نہیں، سب سے زیادہ قابل افسوس یہ امر ہے کہ اسلام کو توحید پرستی کا دعویٰ ہے مگر اوسکے مختلف فرقوں کے بھی جداگانہ خدا معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ ایک حنفی مولوی نے اہل حدیث کے خدا کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جیسے مکان زمان، جہت ماہیت، ..... اور ایسے کو جسکا بہکنا بھولنا سونا اونگھنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتیٰ کہ مرجانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کیطرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا وغیرہ وغیرہ (دیکھو اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۲ کالم ۲)

ایسی ایسی فحش باتیں خدا کے ساتھ منسوب کی ہیں کہ ہمکو لکھتے ہوئے خجالتؔ شرم دامنگیر ہوتی ہی اور ہم اپنے قلم میں اسقدر طاقت نہیں پاتی کہ اس بزرگ ہستی کے متعلق جسکو ہم اپنا معبود سمجھتے ہیں ایسے گندے الفاظ نقل کریں اتنا ہی لکھنے کو ہم ناقابل معافی گناہ خیال کرتے ہیں مگر اوس خدائے بزرگ پر خوب روشن ہے کہ یہ الفاظ ہم نے کیوں لکھے ہیں ؟

ایک طرف تو یہ حالت ہے جو متذکرہ بالا سطور سے ظاہر ہے اور دوسری طرف مادّیت کا دور دورہ ہی جو مذاہب عالم پر غالب آرہا ہی جسنے خدا کے وجود کا قطعاً انکار کر دیا ہے اور دُنیا کی متمدن قومیں مطیع و منقاد ہو گئی ہیں جیسا کہ کتاب ہذا کے مطالع سے معلوم ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے وقت میں کسی ایشور استھاپت یعنی مامور من اللہ کی ضرورت نہیں ہے ؟ جو ان تمام لغویات کا استیصال کر دے اور سب کو ایک قادر مطلق خدا کیطرف روشن دلائل اور براہین قطعی سے دعوت دیکر اوسکے آستانہ عالی تک پُہنچا دے۔

مذہب کی تلاش میں انسان کن باتوں کی جستجو کرتا ہے ؟

انسان کو جب حقیقی مذہب کی تلاش ہوتی ہی تو اُسکو دو خیالات سے دو چار ہونا پڑتا ہی یعنی سب سے پہلی اُسکو یہ فکر ہوتی ہی کہ دُنیا کسطرح قایم ہوئی اور پھر خدا کا دُنیا سے کیا تعلق ہی ؟ اور جب ایسے شخص کو

یہ باتیں مذہب بتانا چاہتا ہی تو موجودہ مادّی ترقی فوراً اوس کی تردید
کرتی اور اوس کو ایک پکّا ملحد (ناستک) بنا دیتی ہے لہذا کتاب کی ابتدا
مادّہ کی حقیقت سے کیگئی تاکہ ایک منکر خدا بھی راہ راست اختیار کرسکے
بحث نہایت سادہ الفاظ میں دلچسپ کیگئی ہے اور روزمرّہ کے واقعات
سے ثابت کیا گیا ہے کہ مادّہ میں گو خدا نے قوت متصلہ و منفصلہ ودیعت
کی ہے مگر اوس قوت کا عمل بلا کسی خارجی سبب کے شروع نہیں
ہوا کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مادّہ کے ساتھ ساتھ ہر دو قوتّوں کا
عمل بھی ازّلی ہے اور اوس کے آغاز کے لئے کسی بیرونی سبب یا
علت کی ضرورت نہیں تو پھر مادّہ کی کوئی صورت ابتدائی نہیں قایم رہ سکتی
اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مادّہ شروع میں بحالت ذرّات منتشر تھا
خواہ وہ برقی ہوں یا دودی وغیرہ ۔ کیونکہ مادّہ کا شروع میں بصورت
خاص ہونا دلیل اس بات کی ہے کہ جو قوتیں اتصال وانفصال
کی اوس میں تھیں وہ کسی سبب یا علت سے معرض التوا میں تھیں اور
بعدہٗ کوئی خاص سبب ہوا کہ اون قوتّوں کا عمل شروع ہوا ۔ اس
سبب و علت ہی کا نام خدا ہے جو مسبب الاسباب ہے ۔

اس کے بعد یہ تلاش ہوتی ہے کہ انسان کیوں اور کس طرح اور کس لئے پیدا کیا گیا؟ اہل کتاب نے اسکے متعلق جو کچھ تحریر کیا قانونِ قدرت کے خلاف ہے اسلئے انسان کی پیدائش کا صحیح طریق جو فطرت الٰہی کے مطابق ہے تحریر کرتے ہوئے ارتقا پر بحث کی گئی ہے اور ساتھ ہی نہایت واضح طور پر روح وحیات کا باریک و دقیق مسئلہ جس کے سمجھنے میں اکثر لوگ غلطی کرتے رہے ہیں دکھایا گیا ہے۔

اسی طرح مذہب کی حقیقت کی تشریح اور اونکے باہمی اختلافات پر بحث کی گئی ہے اور شریعت کی وجہ تسمیہ بتاتے ہوئے جو جو اختلافات وتغیرات واقع ہوتے رہے ہیں بالتفصیل بیان کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ شریعت کا تعلق مذہب سے کہانتک ہی اور پھر اصول مذہب حقیقی تحریر کئے گئے ہیں تاکہ متلاشی حق کے ذہن نشین ہو جائے کہ دین حقیقی میں کیا کیا فرائض اور کن کن امور کی پیروی کرنا لازم ہے۔

آخیر کتاب میں ایک باب صلح وامن کا بھی ہی جسکا تعلق مذہب کے ساتھ ہے مضمون مذکور میں صلح وامن کے جو مغایر باتیں ہیں اُنکو بھی مناسب موقع سے تحریر کر دیا ہی اسکے علاوہ اور دیگر مضامین بھی اپنی اپنے موقع سے بیان کئے گئے ہیں۔

احمد ۱۳

خدائے بزرگ کے آستانۂ عالی پر سر نیاز جھکاتے ہوئے
بعاجزی دعا ہے کہ خدا تمام انسانوں کو حق پسند دل عطا فرمائے تاکہ
وہ راستہ اختیار کریں جو تقرب الٰہی کا باعث ہے۔ آمین

الہام الٰہی

اور

تمام دُنیا کو دعوت الی الحق

خدائے جل وعلا اگر چشم حق بین اور بصیرت والا دل عطا فرمائے تو دُنیا کے ہر مصائب آلام اور عیش و راحت میں نہ صرف پرتو رب العزت ہی نظر آتا ہے بلکہ جملہ نشیب و فراز اُس صانع حقیقی کے بزرگ آستانہ کا پتہ بتاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ، جو چوبیس گھنٹہ کے حوادث و افکار میں کبھی اپنی حیات مستعار اور نفس بے ثبات پر غور کرتے ہیں اور اصل میں یہی ایک غور ہے جو بندہ کے رشتہ کو معبود سے وابستہ کر دیتا ہے۔

میری ابتدائی زندگی کے حالات

میں کہ ناز و نعم میں پرورش پائی، باپ کی آغوش تربیت میں تعلیم حاصل کی عنفوان شباب شروع نہ ہوا تھا کہ وید شسٹر شاستر اور پرانوں سے فارغ التحصیل

ہوگیا۔ سانکھیہ درشن کی تعلیم، اُسپر شباب کا دور، دولت کی کمی نہیں خدا نے بی بی بھی شکیل وجمیل عطا کی، راجگان کی صحبت، خدا کا خیال کبھی دلمیں آتا تو کیسا شاید قیاس میں بھی نہ آتا تھا مگر وہ خدائے بزرگ اپنے بندوں کی فرعونیت سے اونکو ترک نہیں کرتا، اُسکے الطاف کریمانہ کا دروازہ کبھی اور کسی پر بند نہیں ہوتا، میں نشۂ عیش ونشاط سے غافل ومخمور اور قضا وقدر کتم عدم میں ہنستی تھی کہ تو کیا ہے اور قدرت تجھسے کیا کام لینا چاہتی ہے۔

گھر میں خدا کے فضل سے پچیس تیس ممبر تھے، ہر طرح کی آسائش وآرام مگر انقلاب زمانہ سے رفتہ رفتہ سب راہی ملک بقا ہوئے اور میں لکھنؤ آیا اور مطب جاری کیا اور عام لوگوں کو عرصہ تک ہند وفلاسفی کی تعلیم دیتا رہا اور اکثر مذہب کی حقیقت پر غور کیا کرتا، یہ ایک منجانب اللہ خیال تھا جو میرے دل میں بعنایت ایزدی پیدا ہوا تھا، مذہب والوں کی باہمی منافرت اور بغض و عداوت دیکھ کر میں اکثر غمگین ہوتا اور میرے دل کو اس سے زیادہ کوئی دیگر بات ایذا دینے والی نہ تھی کہ میں اپنی آنکھوں سے انسانوں کو مذہب کے معاملہ میں فساد کرتے ہوئے دیکھوں۔ میرے نزدیک فرزندان آدم کے درمیان مذہبی فساد قتل وغارتگری کے مترادف تھا اور میں اوسکو

غضب الٰہی تصور کرتا تھا۔ اور میں اکثر اس فساد اور غارتگری کے مٹانے کیلئے اُٹھ کھڑا ہوتا اور ان پانچ اصولوں کی تعلیم جو درج ذیل ہیں کیا کرتا:۔

۱۔ صداقت کا اتباع اور اُسکی اشاعت اصل الاصول مذہب ہے۔

۲۔ دُنیا کا کوئی ایسا خالق جو اُس سے علیحدہ ہو نہیں ہے، بلکہ وہ ہر ذرہ میں موجود ہے۔

۳۔ خالق مخلوق سے علیحدہ نہیں۔ بلکہ عالم وجود ہی میں آنے کا نام مخلوق ہے۔

۴۔ اعمال صالح دنیاوی اور آسمانی سرخ روئی کا باعث ہیں اور افعال ذمیمہ خسر الدّنیا والاخرۃ ہیں۔

۵۔ اکتساب صواب خواہ وہ کہیں اور کسی کے پاس ہو انسانی فرض ہے۔

یہ اصول عام مجمع اور جلسہ میں ہر مذہب کے افراد کے سامنے بیان کئے گئے اور جسوقت انکا اعلان کیا جاتا باطل اِس طریقہ سے معدوم ہوتا تھا جسطرح روشنی کے مقابلہ میں تاریکی۔

اس عبد اقلی کی آسمانی آزمایش

غالباً یہ وہ وقت تھا جب ایک عبد اقل کی دُنیاوی زندگی کی شب ختم ہو چکی تھی اور میرے معبود حقیقی کے اُس مقدس کام کی صبح صادق نمودار

ہونے والی تھی جس کیلئے قضا و قدر نے روزِ ازل سے مجھکو مقرر کیا تھا۔ نادان اوس راحتِ دُنیا کو جو باعثِ فراموشی خداوند ہو نعمائے الٰہی تصور کرتا ہے اور دانا ہر اوس مصیبت کو جو قلب میں رجوعیت الی اللہ پیدا کر دے ہزار دل عیش و نشاط پر ترجیح دیتا ہے۔

میرا فرزند سعید اور آرام جاں زوجہ داغ مفارقت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دیگئے دُنیا تھی کہ میرے لئے تیرہ و تاریک غم خانہ تھا، میرے لئے صبر و شکیب کا دینے والا کوئی نہ تھا، ہاں مگر ایک وہ ذات بزرگ وجہ تسلی تھی جو غمزدوں اور خستہ حالوں کی دستگیری کرتی ہے۔ دُنیا کی بے ثباتی اور زمانہ کی دگرگونی کا کچھ ایسا اثر دل پر ہوا کہ رنج و راحت میں کوئی تمیز نہ رہی اور یہ سمجھ لیا کو ع
ہرچہ از دوست می رسد نیکوست۔ جو کچھ مال و متاع تہا سب خدا کی راہ میں دیدیا اور ایک کفنی گلے میں ڈالکر جنگل کا راستہ لیا۔ کوئی قریہ، کوئی بستی، کوئی جگہ ایسی نہ تھی کہ جہاں اُسکی جستجو میں گام فرسائی اور کوئی ایسا آستانہ نہ تھا کہ جہاں جبہ سائی نہ کی ہو ؎

سر رکھ دیا ہم نے درِ جانانہ سمجھ کر
کافر ہو جو سجدہ کرے بتخانہ سمجھ کر

جو آشنائے بادہ تصوف ہیں وہی کچھ فرشتوں کے سجدہ کرنیکی لذت کو جو انھوں نے آدم کو کیا خوب سمجھ سکتے ہیں۔

کوئی ساعت کوئی لحظہ ایسا نہ تھا کہ میں اپنے نفس پر غور نہ کرتا کہ تو کیا اور تیرا وجود کیوں ہے اور دنیا میں کس لئے آیا ہے۔ جوناگڈھ گرنار کے لق و دق جنگل میں بسیرا کیا اور تمام مشاغل ترک کر کے خدا کی محبت کی لو دلمیں لگائی بیں تھا اور مناظر قدرت کا مطالعہ، صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک کوئی ایسی چیز میری نظر سے نہ گذرتی جس کی تخلیق کی باریکیوں پر غور نہ کرتا اور صانع حقیقی کی یکتائی اور بیمثالی کا نقش میرے دلپر نہ ہوجاتا ہو سعدی علیہ الرحمۃ نے حقیقۃً کیا خوب کہا ہے ؎

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقے دفتر یست معرفت کردگار

انسان اگر اپنے جسم کی ساخت، اعصاب اور شرائین کے اس جال سے جو تمام جسم میں پھیلا ہوا ہے اور جسطرح سے جسم کے ہر ذرہ کی پرورش باریک رگوں سے ہوتی ہے واقف ہو تو اوسکو کسی درخت کی ایک پتی میں بھی وہی لطف حاصل ہوگا جو اپنے جسم کی بہت بڑی ساخت میں ہو سکتا ہی۔

زبان قلم سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ دلمیں خدائے قدوس کی قدرت کاملہ اور اُسکی صنعتِ بیچون وچرا کا دریا موجزن ہوگیا اور انسانوں کی اُس حالت پر کہ جس سے انھوں نے قدرت کا قیاس کیا ہے بے اختیار رو دیا، اے انسان اے غافل انسان قدرت کے جلوے ہر لحظہ تیری آنکھوں کے روبرو ہیں مگر ہوا وہوس نے تجھکو ایسا اندھا کردیا ہے کہ تو اونکو نہیں دیکھتا اور اگر دیکھتا بھی ہے تو اپنی کوتہ فہمی سے اونکی تعبیر غلط کرتا ہے۔

خدانے دُنیا کو سات روز کے اندر نہیں بنایا

اکثر مذاہب نے اُسکی قدرت کاملہ کا ظہور ستّ یوم کے اندر رکہا ہے اور بعضوں نے اپنی فہم سے اُس خالق کے افعالِ تخلیق کا نام تناسخ رکھدیا

اے وہ لوگو جو یہ سمجھتے ہو کہ خدا نے سات دنکے اندر دُنیا کو پیدا کردیا اور اب اُسی اسلوب پر نظام دنیا چلا جارہا ہے، اور اے وہ لوگو جو خدائے خالق کی صنعت ہر لحظہ کا نام تناسخ رکھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ تمنے جو کچھہ سمجھا بالکل غلط سمجھا ہے؛ اصل میں جس طریقہ سے فطرت روزِ ازل میں مصروف تخلیق ارض وسما اور کون و مکان تھی اسیطرح آج بھی ہر لحظہ وساعت ہے۔ اے انسان کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب آفتاب خطِ سرطان پر آتا ہے بادِ سموم کے جھونکے چلتے ہیں آفتاب اپنی انتہائی طپش کو پہنچ جاتا ہے، ہر شئے منطقہ حارہ کی جل چکتی یا قریب ہے جلنے

کے ہوتی ہی، زمین مردہ ہو جاتی جسطرف نظر ڈالو سوائے ویرانگی کے اور کچھ نہیں
معلوم ہوتا، مگر اوسکے لطف کرمانہ کی ہوائیں چلتی ہیں اور بادل اُٹھتے ہیں آب
رحمت برستا ہے، مردہ زمین میں زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں ہر طرف سبزہ
نوخیز لہلہاتا ہے جل تھل ایک اور لاتعداد حشرات الارض پیدا ہو جاتے
ہیں - یہی طریق تخلیق ازل سے مقرر ہے اور رہیگا، نادان ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ
خدا کو شروع میں جو کچھ پیدا کرنا تھا وہ کر چکا اور اب وہ اس کام سے فارغ ہے،
یہ عقیدہ عام لوگونکا نہیں بلکہ جن قوموں کو اہل کتاب ہونیکا دعوی ہی وہ سب
قریب قریب یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آغاز ہستی میں آدم و حوا پیدا کئے گئے اور پھر
اُن ہی سے یہ سلسلہ جاری ہے بلکہ اپنی اس نادانستگی کا نام اُنہوں نے
دین الفطرت رکھا ہے - میں نہیں سمجھتا کہ ایسے لوگ اسکا کیا جواب دینگے کہ آدم و حوا کو
جب بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تو اب اُس قسم کا مخصوص سلسلہ پیدایش کیوں
معدوم ہو گیا اور اگر وہ معدوم ہوا تو خلاف فطرت تھا اور خلاف فطرت کوئی بات
وقوع میں نہیں آتی لہذا آدم کی پیدایش کا اصول اہل کتاب میں صحیح نہیں ہی اور
جب انہوں نے اپنے مذہب کی ایک معمولی بات کو نہیں سمجھا تو دقیق مسائل کو کیا
سمجھہ سکتے ہیں اور پھر خدائے بزرگ کی نسبت صحیح خیال کرنا تو بالکل ام

محال ہے، افسوس صد افسوس چودہویں صدی میں بھی وہ لوگ جو بات بات میں
فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کہتے تھے اس نکتہ کو نہ پہنچے. اصل میں یہ قصور
(قانون قدرت میں تبدیلی نہیں ہوتی)
اُنکا نہیں ہے بلکہ خدا کو اس امر کیلئے میرا مخصوص کرنا منظور تھا اسلئے میں آج
قدرت کاملہ کا وہ خزانہ کھولتا ہوں جو اس سے قبل دنیا پر کسی نے بھی وا نہ کیا اور
ازل سے میرے لئے مقرر کر دیا گیا تھا۔

اے دنیا والو! کیا خدا نے شروع میں ہر چیز کا جوڑا جوڑا پیدا کر دیا تھا اور یہ وہی
سلسلہ جاری ہے، یا جتنے حیوانات نظر آتے ہیں سب تناسخ کا نتیجہ ہیں؟
اصل یہ ہے کہ اول الذکر عقیدہ رکھنے والوں نے قادر مطلق کی شان خالقی کا خاتمہ
ایک خاص وقت میں کر دیا اور موخر الذکر نے خدا کی صنعت خالقی ہی کو سرے
سے فراموش کر دیا۔

طریق پیدائش جو قانون قدرت کے مطابق ہے

اصلیت یہ ہے (جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں) کہ جس طریقہ سے روز اول خدا
نے سلسلہ پیدائش شروع اور دنیا کو آباد و معمور کیا اُسی طرح سے ہر لحظہ
وساعت پیدا کرتا ہے، جیسے ابتدائے آفرینش میں زمین، چاند، سورج اور ستارے
بنائے تھے ہر دم وہ ایسے ہی شمس و قمر وغیرہ بنا رہا ہے اور جسطرح روز ازل
اُس نے مٹی سے صورت آفرینی کی تھی آج بھی وہ ٹھیک اُسیطرح کر رہا ہے

مگر اس تماشہ کو وہ اہل دانش و بینش دیکھتے ہیں جنکے دل کی آنکھیں روشن ہیں، لا علم ہیں جنکا یہ خیال ہے کہ خدا نے ابتدا ہر چیز کا جوڑا پیدا کر کے توالد و تناسل سے سلسلہ جاری کر دیا ہم ابھی اوپر تحریر کر چکے ہیں کہ مردہ زمین آبِ رحمت سے زندہ ہوتی ہے اور پوری شب نہیں گذرنے پاتی کہ لاتعداد جاندار جنکا علم بجز ذات باریتعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے پیدا ہو جاتے ہیں، آخر یہ کونسا توالد و تناسل ہے جو ایک ہی رات میں بیشمار ذی حیات پیدا کر دیتا ہے حقیقت یہ ہے کہ خدا ے عزوجل اپنی شانِ خالقی ہر آن دکھاتا اور یہ منادی کرتا ہے کہ ہم ہی ہیں جو زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرتے ہیں، جمادات میں خدا اپنی قدرت کاملہ سے قوت امتزاج اور اختلاط پیدا کرتا ہے یہانتک کہ جسمیں قبولِ صورت کی استعداد زیادہ ہوتی ہے وہ دوسری جمادات سے شریف تر ہو جاتی ہے یعنی اُسمیں نباتاتی صفات پیدا ہونے لگتے ہیں اور پھر یہ صفت یہانتک ترقی کرتی ہے کہ تخم دار سبزہ اور میوہ دار درخت کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور یہ نباتی صفت حیوانات کی ابتدائی شکل سے مِل جُل جاتی ہے مثلاً بعض حشرات الارض گھاس کیطرح پیدا ہوتے ہیں جن کے توالد و تناسل کا کوئی سلسلہ نہیں اور جو فصل بدلنے کے ساتھ ہی فنا ہو جاتے ہیں، یہ حیوانات کی

ابتدائی شکل ہے جس میں جزو نباتی غالب ہوتا ہے۔

حیوانات کی ابتدائی شکل مذکورہ رفتہ رفتہ اُن حیوانات میں نمودار ہوتی ہے جنمیں حرکت ارادی اور غذا کی تلاش کا احساس ہوتا ہے یہانتک کہ چوپایوں کا نمبر آتا ہے اور پھر اُن جانداروں کا ظہور ہوتا ہے جو شکل و شمائل میں انسان سے زیادہ قریب ہیں، حتیٰ کہ انسانیت کا ظہور ہوتا ہے اور وحشی انسانوں سے متمدن انسان ہوجاتا ہے۔ یہ وہ طریق پیدائش ہے جو ازل سے ہے اور تا قیام صفحۂ ہستی جاری رہے گا۔

اگر انسان ان باریک باتوں پر غور اور اپنے گردوپیش کے حالات کا مطالعہ چشم بصیرت سے کرے تو وہ اعلیٰ درجہ کا موحد ہوسکتا ہے، مگر افسوس کہ مذہب کے صحیح راستہ کو چھوڑ کر لوگ فروعات میں ایسے مبتلا ہوئے ہیں کہ منشائے مذہب اور اوسکی ضرورت کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھے ہیں۔ مذہب کی غرض و غایت اصل میں یہ تھی کہ انسان خدائے بزرگ کو اس طرح پہچانے جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے، میرے نزدیک خدا شناسی کے معاملہ میں جسقدر انسان پہلو تہی کرتا ہے اور کسی معاملہ میں نہیں کرتا۔

انسان اسلئے پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ زبان سے خدا یا ایشور کا نام چوبیسوں

گھنٹے پکارتا ہے مگر حقیقت میں وہ یہ نہ سمجھے کہ خدا کیا اور کیسا ہے۔ انسان خواہ
زبان سے ایکبار بھی خدا کا نام نہ لے مگر دل سے قادر مطلق کی ہستی کو پہچانے
تو میرے نزدیک ہزاروں برس کی عبادت سے اعلیٰ و افضل ہے جب انسان کو
خدا کی ہستی کا پورا پورا الیقین ہو جاتا ہے تو پھر خود بخود زبان، نظر، دل، ہر نفس اور
صدا سے ایشور ایشور (اللہ، اللہ) کی آواز آنے لگتی ہے اور اوس کی نگاہ
کے سامنے جو منظر پیش ہوتا ہے اُسمیں بجز قادر مطلق کے جلوے کے اور کچھہ نظر
نہیں آتا، یہی حالت اِس ناچیز بندے کی ہوئی کہ مناظر قدرت میں تماشائے
قدرت دیکھتے دیکھتے یہ کیفیت ہو گئی کہ ہر طرف بجز ایک ذات باری تعالیٰ
کے اور کچھہ نظر نہ آتا۔ الغرض اسی طرح دس بارہ برس کا زمانہ گذر گیا اور خدائے
بزرگ نے میرے دل کو وہ تسلی و تشفی عطا کی جیسے کسی حاجتمند کو خزانہ عامرہ
مل جائے اور اوس کو اطمینان خاطر ہو۔ خدا نے مجھکو نفسِ مطمئینہ عطا فرمایا
جو نعمائے الہی میں سے خاص بندوں کا حصہ ہے، اِس عبد اقل کی
یہ حالت ہوئی کہ حاجتمند آتے اور اون کی حاجتیں اور منشائے دلی
بتائید الہی پورے ہوتے، بیماروں کو خدا شفا دیتا، لولے لنگڑے اور اندھے
صحیح و سالم ہو کر جاتے غرض یہ کہ ہر ایسا مریض جس کی حیات مستعار

باقی تھی شفایاب ہو گیا، مگر مجھکو ان باتوں سے کوئی تعلق نہ تھا، جب افضال الٰہی کا نزول ہونے لگا تو مجھپر گھنٹوں ایک وجدانی کیفیت طاری رہتی، ایسی حالتمیں دُنیا کے اکثر معاملات کا انکشاف ہوتا اور آغاز ہستی سے لیکر اسوقت تک جو جو برگزیدہ اور خدا کے خاص بندے گذرے ہیں اون سے ملاقات ہوتی اور یہ سب مجھکو مبارکباد دیتے اور یہ آوازیں سنائی دیتی :-

آغاز الہام

ہمارا نوشتہ تمام دُنیا کے انسانوں کو معرفت الٰہی کا راستہ دکھانے کی ایک نورانی مشعل ہے، جو اس راستہ کا اتباع کرینگے وہ دُنیا اور عقبیٰ میں خیر و برکت پانے والے ہونگے.

اہل ایمان ہمارے نوشتہ میں شک و شبہ نہیں کرتے بلکہ جن کی عقلوں پر بطالت نے پردہ ڈال دیا ہے وہی طرح طرح کی بدگمانیوں کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی دُنیا اور آخرت خراب کی،

جب وجدانی کیفیت دور ہوتی تو میرے تحیّر و استعجاب کی کوئی حد نہ رہتی اور پہروں اسی غور و خوض میں گذر جاتے کہ الٰہی! یہ کیا معاملہ ہے۔

ایک شب جبکہ آدھی رات سے زیادہ جا چکی تھی، دُنیا میں ایک سناٹے کا عالم اور ہر شخص خواب راحت میں مبتلا تھا بجز میرے کہ سر جھکائے ہوئے ایشور کے تصور میں ڈوبا ہوا اور خدائے بزرگ کے روبرو الحاح و زاری میں مصروف

تھا کہ یکایک مجھہ میں وجد کی سی کیفیت طاری ہوئی اور میرے دلنے محسوس کیا کہ مجھپر اسوقت خاص برکات الہی کا نزول ہو رہا ہے ناگاہ میرے کان میں ایک صدا نہایت دبدبہ والی آئی جس سے میرے تمام جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر موئے جسم ذکر الہی کر رہا ہے جنگل میں صبح صادق کی سی روشنی پھیل گئی، جملہ درخت سربسجود معلوم ہوتے تھے میں بھی سجدہ میں ہوگیا آواز جو میرے کان میں آئی یہ تھی:-

وہ الہام جسکے ذریعہ سے میں نے دین حقیقی کی منادی شروع کی۔

اے میرے بندے! ہم نے تیرا امتحان لیا اور تیری آزمائش کی اور تجہہ سے تیری عزیز ترین چیزیں لے لیں مگر تجھکو ہم نے ثابت قدم پایا، ہماری رحمت و برکت تیرے شامل حال ہے دنیا کی کوئی شے تجھکو گزند نہیں پہنچا سکتی، جسطرح ہم ہر آڑے وقت میں تیری مدد کرتے رہے ہیں اسی طرح ہم جملہ مصائب و آلام میں تیری دستگیری کرینگے، تیرے مخالفوں پر ہم تجھکو فتح مند کرینگے اور تیرا شمار ہمارے خاص اون بندوں میں ہے جو مخصوص اوقات پر دنیا میں صلح و امن پھیلاتے اور ہمارے نام کی بزرگی کے اظہار کیلئے بھیجے جاتے ہیں۔ جسوقت ہم انسان کو آدمیت کے دائرہ میں لائے ہیں تو ہمکو یہ علم تھا کہ وہ ضرور اپنے نفس پر ظلم کریگا، مگر ساتھ ہی ہمنے اوسکی فلاح و بہبود کے لئے مشعل عقل دیدی کہ وہ اپنے نیک و بد کو پہچانے اور ہم سے ڈرتا رہے۔

دُنیا میں ہمنے ہر قوم و ملک میں اپنے خاص بندوں کو بھیجکر اونکی اصلاح کی اور ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ جب انسان کا تمرد اُسکا فساد حد سے بڑھ جاتا اور اُسکا کذب صداقت پر غالب آجاتا ہے، راستبازوں کی حفاظت و ہدایت اور تعلیم و تلقین کیلئے ہم اپنے خاص بندوں کو بھیجتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اسوقت زبردستوں نے زیردستوں پر ظلم و ستم کئے اور فساد عظیم برپا کر کے فرزندان آدم کو ہلاک کیا اور دُنیا کا صلح و امن انسانی قوت سے باہر ہوگیا۔ پس ہم نے اپنی قدیم سنت کے مطابق دُنیا میں صلح و امن کے لئے کسی خاص بندہ کا بھیجنا مناسب سمجھا اور ساتھ ہی اس کے ایک قوم کے ہاتھ میں فتح و نصرت کی تلوار دیدی جو باوجود اپنی قلت کے انجام کار کثرت پر غالب آئیگی مگر ہم تجھکو خونی تلوار نہیں بلکہ صلح و امن کا سفید علم دیکر بھیجتے ہیں تو دُنیا میں صلح و امن ہمارے نام کے ساتھ پھیلائے گا۔ تو ہماری ذات و صفات کی وہ تعلیم دیگا جسکو دُنیا کی قومیں بھول گئیں۔ تو ہمارے نام کی تقدیس مشرق سے مغرب تک پہنچائیگا۔ ہم تجھکو دُنیا میں اسلئے مامور نہیں کرتے ہیں کہ تو نا خون کو گوشت سے علیحدہ کرے بلکہ ہمنے تیرا انتخاب اسلئے کیا ہو کہ تو خدا کی رسی کے ساتھ سب کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کردے۔،

ہم تجھکو ایسے وقت بھیج رہے ہیں کہ جب دنیا تیری ضرورت کو دل سے محسوس کر رہی ہے اور صبح و شام اپنی دعاؤں میں یہ التجا کرتی ہے کہ اے رب العزت اپنے

کسی خاص بندہ کو بھیج ۔،

وہ آخری مصلح جسکا ہمنے ہر مذہب میں وعدہ کیا ہے اپنے معلوم وقت پر آئیگا مگر ہمنے تجھکو اوس کی آمد کا منادی اور اوس کیلئے راستہ صاف کرنیوالا اور اوسکی آمد کی بشارت دیکر دُنیا کو تسلی دینے والا اور اوسکے واسطے صلح و امن قایم کرنے والا بنا کر بھیجا ہے ،

یہ الہام ہونے کے بعد میرے تمام جسم پر ایک لرزہ کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور صبح تک یہی حالت رہی، جب طبیعت کو سکون ہوا اُسوقت میں سنے عزم بالجزم کیا کہ خدا کے الہام کے مطابق منادی کروں۔ قبل اس کے کہ اور کچھ تحریر کیا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اعلان عام کردوں کہ یہ الہام کس وقت ہوا، یہ وہ وقت تھا جب جنگ عظیم برپا تھی اور انسانی خون سے دُنیا کا بڑا حصہ رنگا جا چکا تھا، امن و اماں کے لئے انسان کی آنکھیں ترس گئی تھیں، دُنیا کی عظیم طاقتیں جس قدر کوشش کرتیں اوسی قدر فساد بڑہتا، مذہب و ملت غیر محفوظ حالت میں تھا ہر انسان کی آنکھ آسمان کی طرف لگی ہوئی اور ہر شخص متمنی تھا کہ کوئی مصلح دُنیا میں خدا کی جانب سے آئے ۔

جب سے دُنیا آباد ہوئی ہے کیا زمانہ کی آنکھ نے کبھی اس سے زیادہ فساد عظیم دیکھا، کیا کبھی اور بھی اِس سے بڑھ کر قتل و غارتگری کا کوئی معرکہ ہوا، کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے کہ اِس سے سخت بدتر زمانہ دُنیا والوں کے لئے اور کبھی آیا۔ جب سے یہ خاکنائے ہستی آباد ہوا گو فسادات رونما ہوتے رہے ہیں مگر یہ کبھی نہیں ہوا کہ ایک ہی وقت میں تمام دُنیا میں انقلاب عظیم برپا ہوا ہو۔

دنیا میں مصلح کب آتے ہیں

ہر مذہب و ملت کا یہ عقیدہ ہے کہ جب دُنیا کی حالت نازک ہو جاتی ہے اوس وقت اوس کے خاص بندوں کا نزول ہوتا ہے اور جب یہ مسلمہ ہے کہ دُنیا پر یہ صعب ترین وقت تھا اور ہے تو پھر کسی مصلح کا نہ آنا قانون قدرت کے خلاف تھا، خدائے بزرگ و برتر خوب جانتا ہے کہ میری کوئی ذاتی غرض و فائدہ نہیں ہے، میں کسی منفعت اور شہرت کا طالب نہیں خدا نے مجھ کو اپنی برکت اور رحمت سے ہر چیز دی ہوئی ہے، میں اپنے نفس کی خاطر سے نہیں بلکہ خدا کے حکم کے مطابق انسانوں کی فلاح کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔

یہ الہام اُس وقت ہوا تھا جب جنگ عظیم اپنے شباب کو پہنچ چکی

تھی، چنانچہ الہام کی صبح کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ حق کذب پر غالب آیا اور دُنیا کے امن وامان اور آزادی کو زیروزبر کرنے کے لئے جو قومیں جنگ کر رہی تھیں اونکو شکست فاش ہوئی اور جو قومیں آزادی وصلح کی حامی تھیں اُنکو فتح ونصرت ہوئی، یہ خبر سنتے ہی مجھے اپنے الہام کے حرف بحرف صحیح ہونے کا یقین کامل ہوگیا، چنانچہ میں نے ہندوستان کے ہر شہر میں وعظ کیا اور خدا اور اوسکے بزرگ صفات کی منادی کی ہر مذہب وملت کے لوگ بکثرت اس سلسلۂ وحدت میں شامل اور فیضیاب ہوئے۔

مجھکو ہندوستان میں منادی کرتے ہوئے بہت عرصہ گذر چکا ہے اور اس چار سال میں دن بدن امن وامان کی ترقی اور اسکے مبلغ بڑہتے جاتے ہیں اور یہ خدائے بزرگ کے نام کی عزت وبرکت ہے کہ اس مامور کے ہاتھ سے ایسا کار عظیم انجام کو پہونچا رہا ہے۔

زمانہ کی موجودہ حالت

ذیل میں جو مضامین بعنوان مادہ کی حقیقت، انسان کی پیدائش حیات وروح میں فرق، درج کئے گئے ہیں۔ ان سب سے ہستی باری تعالیٰ ثابت ہوتی ہے۔

دُنیامیں بطالت اور دہریت کا دور دورہ ہے۔

زمانہ کی موجودہ حالت کا مختصر تذکرہ کیا جاچکا ہی مگر اسوقت یہ ظاہر کردینا نہایت ضروری ہے کہ دُنیا میں اگرچہ علم و فضل کی بحید ترقی ہوگئی ہے اور غیر العقول ایجادات نے انسان کو حیرت و استعجاب کے دریا میں غرق کردیا۔ اور ہستی باریتعالی کیطرف سے تعلیمیافتہ طبقہ کا عقیدہ متزلزل ہوگیا ہے بلکہ بکثرت ایسے لوگ ہیں جو وجود خداوندی کے عقیدہ ہی کو لغو سمجھتے ہیں اونکے نزدیک کسی مذہب حق کا پیش کرنا بے سود ہے ان لوگوں کے روبرو اگر دلائل عقلی سے کسی ایسی ذات کا وجود ثابت کیا جائے جو صفات کامل رکھتی اور تمام جہان کو عالمِ وجود میں لائی ہو جس میں کبھی اور کسی حالت میں تغیر و تبدل نہو اور اپنی ذات و صفات میں بلا کسی کی شرکت کے کامل و اکمل ہو تو ضرور یہ لوگ ہستی باری تعالیٰ کا یقین کرسکتے اور مذہب و عذاب و ثواب کو بھی سمجھ سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے خاص طور پر ان ہی لوگوں کو اپنی طرف مخاطب کیا ہے۔

جو لوگ کسی مذہب کے پیرو ہیں وہ خدا کی ہستی میں کم و بیش ضرور عقیدہ رکھتے ہیں لہذا اونکو مخاطب کرنے کی چنداں ضرورت نہیں بلکہ دلائل عقلی

ہی سے دونوں عقاید کے لوگ مستفید ہوکر صحیح راستہ پر آجائیں گے۔

دُنیا ایک طلسم خانہ ہے

دُنیا ایک طلسم خانہ ہے جسکی ہر شے انسان کیلئے ایک معمّا ہے جبتک وہ اُسپر غور کامل نکرے کبھی یہ حل نہیں ہوسکتا کہ دُنیا کیا ہے اور صفحہ ہستی پر انسان کی حقیقت اور اُسکی پیدایش کی علت غائی کیا ہے؟ روزمرّہ اس طلسم خانہ میں ہم یہ تماشہ دیکھتے ہیں کہ جو پھول چمن عالم میں صبح کھلتے وہ شام کو نذر حوادث ہوجاتے ہیں، جو چڑیاں آج چہچہاتی ہیں کل فنا کے پردے میں روپوش ہوجاتی ہیں، جو احباب دوست شب کو گرمیٔ صحبت کا باعث ہوتے ہیں، صبح کو اپنا اپنا راستہ لیتے ہیں، یہ کیا ہے؟ یہ سب تماشہ کیا عبث ہے؟ اگر غور کی نظر سے دیکھا جائے تو اسی لیل و نہار، اسی تغیر و تبدل، اسی ہستی و فنا میں خدا کی ذات اور اپنی کیفیت سب کا پتہ موجود ہے، ذرا صداقت کے ساتھ فرمائیے کہ جتنا وقت و دولت اور عمر دُنیاوی علوم و فنون کے اکتساب و تحصیل میں صرف کی ہے کیا کبھی اپنے اور خدا کے پہچاننے میں بھی اسقدر تو کجا اوس کے عشر عشیر بھی کوشش کی اور پھر کیا اس سعی و جہد کے بعد تمنے یہ رائے قایم کی ہے کہ خدا کی ہستی کا عقیدہ لغو ہے، غور کا مقام ہے کہ دنیاوی علوم کے اکتساب کے

لئے ہم اپنی کس قدر مادی قوتیں صرف کرتے ہیں اور پھر کوشش بسیار کے بعد درجۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

علم معرفت کی تحصیل

علم معرفت کی تحصیل صرف اس پر منحصر ہے کہ ہم اپنی مادی وذہنی قوتوں کو ایک ایسی ہستی کے تعارف میں صرف کریں جو مجرد عن المادہ ہے، یعنی ایک معلوم چیز سے نامعلوم چیز کو دریافت کریں، پس ظاہر ہے کہ اس عقدہ کے حل کرنیکے لئے کتنی زبردست غور وفکر اور جد وجہد کی ضرورت ہے، جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا خودبخود عالم وجود میں آئی اور اوسکا پیدا کرنیوالا کوئی نہیں ہے، ایسے اشخاص نے یہ رائے یورپ کے جدید فلسفہ کو پڑھ کر قایم کی ہے مگر اونہوں نے ابتک کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ جن کی رائے کی وہ پیروی کر رہے ہیں آیا اون فلسفیوں نے کبھی علم فلسفہ کے علاوہ علم معرفت میں بھی کوئی قابلیت وترقی حاصل کی یا نہیں ؟ جس کی وجہ سے وہ علم معرفت کے ماہر کہے جاسکیں، اگر اسکا جواب نفی میں ہے تو پھر اونکی رائے کا اتباع کرنا ٹھیک ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص نے علم تاریخ میں خاص ملکہ بہم پہنچایا ہو مگر علم تشریح کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو اور وہ محض اپنی تاریخ دانی کی بنیاد پر علم تشریح سے انکار کرے اور دیگر اشخاص ایسے شخص کی

پیروی میں خود بھی علم مذکورہ کے منکر ہو جائیں گو جاہلوں میں جنکو علم تشریح سے واقفیت نہو ممکن ہے کہ ایسے لوگوں کی کچھ وقعت ہو جائے مگر اہل علم کے طبقہ میں وہ ہمیشہ تحقیر کی نظر سے دیکھے اور علم مذکور سے نابلد سمجھے جائینگے میرے نزدیک علم معرفت کتب بینی یا فلسفہ اور سائنس سے حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی شخص اسکے خلاف سمجھتا ہے تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ سنسکرت اس امید پر تحصیل کیجاے کہ عربی خود بخود آجائیگی، علم معرفت صرف اوسی طریق پر حاصل ہو سکتا ہے جو اوسکے ماہرین نے ظاہر کیا ہے اور جو اپنے موقع محل سے بیان کیا جائیگا پس یورپ کے فلسفیوں کی رائے جو کچھ علم معرفت اور خدا کی نسبت ہے وہ ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور وہ کبھی اس قابل نہیں کہ دیگر اشخاص بھی اوسکا اتباع کریں۔ مگر افسوس اس کورانہ تقلید کیطرف بکثرت لوگ آنکھیں بند کئے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور مطلق ایسے فلسفیوں کی رائے پر غور نہیں کرتے اور نہ یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے ذات باری تعالیٰ کے متعلق تحریر کیا ہے اوس کا ذریعہ کیا ہے اور وہ کونسی خوردبین ہے جس کو اپنی آنکھوں پر رکھ کر اونہوں نے خدا کے وجود سے انکار کیا ہے۔

مادّہ کی حقیقت

منکرین خدا کا عقیدہ

دُنیا میں عرصہ سے کائنات عالم کے متعلق دو قسم کا عقیدہ رکھنے والے ہوتے آئے ہیں، اُنمیں سے ایک گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ذات باریتعالیٰ ہی ہر چیز کو وجود میں لائی ہے اور دوسرا گروہ اس امر کا مدعی ہے کہ مادّہ ازل سے ہے اور اُس میں ہر شے پیدا کرنے کی قوت فطری ہے جس کے لئے کسی خالق کی ضرورت نہیں، اگرچہ یہ عقیدہ جدید نہیں مگر یورپ کے علوم وفنون کی اشاعت نے اسکو عام کر دیا ہے۔ کسی تعلیم یافتہ طبقہ میں بمشکل ایسے اشخاص ملیں گے جو مذہب کا اتباع محض سوسائٹی کے لحاظ سے نہ کرتے ہوں اگر ایسے لوگوں سے رازداری کے ساتھ دریافت کیا جائے تو وہ بے تکلف یہ کہدیں گے کہ مذہب محض قواعد سوسائٹی کا نام ہے، ایسے لوگوں کے ذہن میں نہ خدا اور نہ جزا و سزا کی کچھ حقیقت ہے، اس لئے یہاں مادہ کی حقیقت و تشریح نہایت ضروری و لازمی ہے۔ عام اصطلاح میں ایسے اشخاص کو جنہیں ذات باری تعالیٰ سے انکار ہے ملحد کہا جاتا ہے اور ان ہی کو دہریہ و ناستک بھی کہتے ہیں۔

ان لوگون کے علم و تحقیقات میں مادہ کے ساتھ ساتھ حرکت بھی ازلی ہے یعنی مادہ میں طرح طرح کی صورتوں کے اختیار کرنیکی قوت خود موجود ہے اور جس کیلئے کسی خالق کی ضرورت نہیں مگر انیسویں صدی کے نصف تک مادہ اور حرکت کو علیحدہ علیحدہ سمجھا جاتا تھا یعنی مادہ میں حرکت کرنیکی قوت خود بخود موجود نہ تھی بلکہ کسی نامعلوم سبب سے پیدا ہوئی اور سلسلہ کائنات شروع ہوا، چنانچہ ڈٹی بیری منڈ مشہور فلاسفر لکھتا ہے :—

سلسلہ کائنات کے متعلق فلاسفروں کی رائے ۔

حرکت پیدا اور فنا ہوتی ہے، اگر ہم موجودات عالم کی ابتدائی حالت پر غور کریں تو یہ ماننا پڑیگا کہ مادہ شروع میں ہر جگہ ساکن و جمیا تھا۔ اوس میں حرکت کس طرح پیدا ہوئی، اوس کی بابت اسوقت تک کچھ نہیں معلوم اور اگر کوئی ذات مافوق العادت قرار دیجائے تو وہ موجودہ سائنس کے بالکل خلاف ہے۔ ہاں ایک دوسرا اصول یہ قائم ہو سکتا ہے کہ مادہ کو ازل ہی سے متحرک مان لیں تو پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مادہ کی حرکت سے رفتہ رفتہ اوسکی مختلف صورتیں قائم ہوگئیں۔ حرارت کے اخراج سے اجسام وجود پذیر ہوئے اور پھر اوس کی بعض صورتوں میں ایک نئی حرکت خود بخود پیدا ہو گئی اور اسی طرح سے جان دار وجود میں آئے۔

ابتدائے آفرینش کے مسئلہ کو حل کرنے کے فلاسفر مذکور نے صرف دو پہلو بتائے ہیں :—

مادہ اور حرکت

۱۔ مادّہ یا تو متحرک بالذات ہے یا

۲۔ کوئی ایسی ہستی ہے جس کے اشارہ سے روح پیدا ہوئی یعنی مادّہ میں حرکت کا ظہور ہوا۔

مگر چونکہ ڈی بیری منڈ کے نزدیک مادّہ کا متحرک بالذات ہونا ناممکنات سے تہا اور اوس کا خیال تھا کہ مادّہ میں حرکت ازلی بتانا خلاف عقل ہے اسلئے اُسنے یہ نتیجہ نکالا تہا کہ ضرور کوئی ایسی ہستی ہے جس کے اشارہ سے روح پیدا ہوئی اور پہر اجسام وجود میں آئے اور اُسی ہستی کا نام خدا ہے۔

بعض ملحد کب یہ گوارہ کرنیوالے تھے کہ خدا کی ہستی کا اقرار دبی زبان سے بہی کیا جائے، چنانچہ ایک دوسرا فلاسفر ہیکل اس کے مقابل کھڑا ہوا اور اوس نے ایک خاص کتاب معمائے کائنات لکھی اور اس اعتراض سے بچنے کیلئے کہ مادّہ اگر متحرک بالذات نہ ہو تو یہ کائنات بلا کسی خارجی سبب کے وجود ہی میں نہ آتی مادّہ کا ازلی متحرک ہونا قرار دیا، چنانچہ فلاسفر مذکور اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں کہ مادّہ معہ اپنی قوت متصلہ اور منفصلہ کے لامحدود فضا میں ہمیشہ سے متحرک تہا، تہوڑی دیر کے لئے

ہم بھی مثل ہیگل کے مادہ کو متحرک بالذات مانے لیتے ہیں۔

مادّہ خواہ اپنی کسی صورت میں ہو حواس خمسہ میں سے کسی نہ کسی قوت سے محسوس و معلوم کیا جا سکتا ہے، بلکہ مادّہ کی صفت ہی یہ ہے کہ وہ حواس خمسہ میں آئے اور جو چیزیں حواس مذکورہ کے ذریعہ سے علم میں نہ آسکیں موجودہ سائنس انکے وجود کی قطعی منکر ہے اور یہی وجہ ہے کہ فلسفیان یورپ اس لئے کہ خدا کوئی چیز نہیں بلکہ وہ مجرد عن المادہ ہے اوسکے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

بڑا لطف ہے کہ اسوقت موجودہ سائنس اپنے معراج کمال پر پہنچی ہوئی ہے، امریکہ میں بیٹھکر ہندوستان سے بلا کسی باہمی سلسلہ کے لطفِ تکلم حاصل کیا جا سکتا ہے اور نیویارک کے تھیٹروں کی نغمہ سرائی لندن میں سُنی جا سکتی ہے، خاص خاص حالتوں میں مردہ جسم میں سلسلہ حیات بھی پیدا کیا جا سکتا ہے مگر افسوس کہ وہ مادہ جو حواس خمسہ کے ذریعہ سمجھ میں آسکتا ہے آجتک اہلِ یورپ کے نزدیک معمائے لاینحل ہے چنانچہ مسٹر ایڈورڈ کلاڈ اپنی کتاب حکایت پیدائش کائنات میں لکھتے ہیں:۔

فلاسفروں کو ہنوز مادّہ کی کماحقہ واقفیت نہیں

"مادّہ کی اصلیت اور پوری پوری ماہیت سے ابھی تک کماحقہ واقفیت

نہیں ہوئی ہے "

یہ اُن لوگوں کی رائے ہے جو مادہ پرست جماعت کے ہادی اور امام ہیں، مادہ کا علم فہم و ادراک اور عقل سے ذریعہ شامہ، باصرہ، لامسہ، ذائقہ یا سامعہ کے ہو سکتا ہے مگر آجتک اسکی صحیح صحیح تحقیقات نہ ہوئی، اور ذاتِ خداوندی کا (جسکے ادراک سے پانچوں قوتیں عاجز ہیں اور جسکے علم کا ذریعہ مغرب کی مادیت نہیں بلکہ مشرق کی روحانیت ہے بلا کسی تحقیقات کے) انکار کیا جاتا ہے ؎

مجھے رشک آتا ہے اُس رندِ مے آشام پر ساقی
نہ جو خذ ما صفا سمجھے نہ جو دع ما کدر جانے

مادہ کی شکل ابتدائی

دُنیا کی جس قدر چیزیں ہماری نظر سے گذرتی ہیں گو یہ ضرور ہے کہ ایک کے ساتھ دوسری کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے مگر اُن سب کا اختتام مادہ پر ہوتا ہے یعنی تمام اجسام مادہ کی مختلف شکلوں سے وجود پذیر ہوئے ہیں اسلئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مادہ کی شکل وصورت ابتدا کیا تھی۔ دنیا کی کوئی شے ایسی نظر نہیں آتی جس میں ہر لحظہ و ساعت تغیر و تبدل نہ ہوتا ہو، اور اسی تبدیلیٔ حالت کا نام حرکت ہے اور جس سے یہ

نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ مادہ متحرک بالذات ہے مگر ہمکو اِس موقع پر اس سے بحث نہیں بلکہ مادّہ کی ایک ابتدائی صورت معلوم کرنا ہے یعنی سلسلۂ آفرینش کے آغاز سے قبل مادّہ کی شکل و شمائل کیا تھی۔ مادّہ کی چار شکلیں بیان کی گئی ہیں (۱) تکاثف (۲)، سیال (۳)، برق (۴) دُود یعنی گیس۔

سر ایڈورڈ کلاڈ اپنی کتاب مذکور میں لکھتے ہیں کہ مادّہ کی یہ چاروں شکلیں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں اور انکے درمیان کسی قسم کا انقطاع نہیں، یعنی ہر ذرہ میں چاروں صفات ہوتی ہیں اور اسی طرح شروع میں تمام فضائے بسیط ذرات سے پُر تھی جیسا کہ تحقیقات جدیدہ اور قدیمہ سے ثابت ہے کہ جس قدر اجسام و اجرام فلکی نمودار ہوئے یہ سب چھوٹے چھوٹے ذرات پر مشتمل ہیں، الغرض جمادات نباتات، حیوانات اور انجم و سیارے وغیرہ کوئی شے ذرّات سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

ذرات کا اجتماع کیونکر ہوا۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذرّات نے اجتماع کی صورت کیونکر اختیار کی؟ ہر شخص نے غالباً یہ تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب کسی دیوار کے

سوراخ یا روشن دان سے دہوپ آتی ہے تو روشنی کا ایک ستون بنجاتا ہے جسمیں مختلف رنگ اور قدوقامت کے ذرات حرکت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں مگر ایک ذرہ دوسرے سے یا بڑا چھوٹے سے ایسی حالتمیں جبکہ وہ متحرک بالذات ہو متوصل نہیں ہوتا، ہاں اگر کوئی خارجی سبب ہو تو اتصال ممکن ہوجاتا ہے مثلاً ذرات آبی جب کرۂ زمہریر پر پہنچتے ہیں تو کثرت برودت سے اونکی جسامت بڑہتی ہے اور ایکدوسرے سے متوصل ہو جاتے ہیں اور اسی کا نام سبب عارضی ہے۔ مگر اس موقع پر یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ یہ حالت وہ ہے جب پانی بصورت گیس (دہواپ) آسمان کیطرف جاتا ہے جسمیں کوئی نظام ذرات کثیف کے مانند نہیں ہوتا، یہی گیس کرۂ زمہریر پر پہنچکر یخ کیصورت اختیار کر لیتا ہے، مثال مذکور میں ہمنے محض ایک امکانی صورت اتصال ذرات کی بتائی ہے۔ ممکن ہے کہ اسپر یہ اعتراض کیا جائے کہ پہر شہاب وثاقب زمین پر کیوں گرتے ہیں؟ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ ہر جسم کی دو حرکتیں ہوتی ہیں۔

(۱) متحرک بالذات۔ جو بغیر کسی خارجی سبب کے از خود متحرک ہو۔

(۲) متحرک بالغیر۔ اُس حرکت کو کہتے ہیں جو کسی خارجی سبب سے پیدا ہو گئی ہو۔

شہاب وثاقب جب اپنی ذاتی حرکت سے سیر کرتے ہوئے زمین سے اسقدر نزدیک ہوجاتے ہیں کہ زمین کی کشش اونکی حرکت ذاتی پر غالب آجاتی ہے اور پھر وہ متحرک بالذات نہیں رہتے بلکہ متحرک بالغیر ہوجاتے ہیں اور زمین اونکو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

لیکن ابتدائے آفرینش میں یہ حالت نہ تھی بلکہ فضائے بسیط میں بجز ذرات کے کچھ بھی نہ تھا اور نہ ابھی کوئی کرہ تیار ہوا تھا، اس موقع پر یہ امر نہایت اہم اور قابل غور ہے کہ ذرات منتشر کا اتصال کسطرح ممکن ہوا؟ جسکا بدیہی ثبوت ہم اوپر دے چکے ہیں اور جبکہ کروروں برس بلکہ ہمیشہ سے یہ ذرات اپنی اپنی گردش میں تھے اور انتشار ذرات فطری تھا تو پھر انکا اجتماع واتصال کیونکر ہوا؟ اور وہ کون سی قوت تھی جو اونکی حرکت ذاتی پر غالب آئی؟ اور اجرام سماوی اتصال ذرات سے کسطرح نمودار ہوئے؟ جسوقت ہم اجرام فلکی پر نظر کرتے ہیں تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب کسی قوت نامعلوم سے اتصال ذرات ہوا تو آیا کسی خاص ایک مرکز پر اتصال ہوکر ایک کرہ عظیم تیار یا مختلف مرکزوں پر اتصال ذرات کا آغاز ہوا اور ہر مرکز پر ایک ایک کرہ بن گیا۔

موخرالذکر سوال کا جواب نفی میں دیتے ہوئے اول الذکر کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ ایک عظیم الشان کرہ کی طیاری میں سے جو جو فاضل مادہ ہوتا گیا دیگر کرہ ہائے فلکی معہ ہماری زمین کے نمودار ہو گئے۔

سادہ لوح اشخاص ان باتوں پر اٰمنّا وصدقنا کہکر محض اسلیئے ایمان لے آتے ہیں کہ وہ نہ کبھی ان مسائل پر غور اور نہ کارخانۂ عالم کا مشاہدہ اپنی غایر نظر سے کرتے ہیں بلکہ موجودہ زمانہ کی محیر العقول ایجادات نے اون کو محو حیرت بنا رکھا ہے، ایسے موجدین کے گروہ سے کیسی ہی صدا اُٹھے وہ اوسپر لبیک کہنے کے واسطے آمادہ ہو جاتے ہیں اور یہ یقین کر لیتے ہیں کہ ایسے دانشمند جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ عقل وتجربہ پر مبنی ہوگا بلکہ اس موقع پر اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ جس قدر اہل مذہب اپنی کتب سماوی پر ایمان رکھتے ہیں اوس سے کہیں زیادہ ان موجدین کے اقوال وافعال کو وقعت وعظمت دیجاتی ہے، حالانکہ یہ امر واقعہ ہے کہ کائنات عالم کی پیدائش کے متعلق جو کچھ خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں وہ محض قیاسی ہیں جنکا غلط ہونا ممکن ہے۔

کشش کی تشریح	موجودہ زمانہ میں ایک اہم مسئلہ کشش کا بھی ہے جس کی دریافت کا

سہرا سر ایزک نیوٹن کے باندہا اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہر جز اپنے مرکز کیطرف جاتی ہے، مثلاً زمین سے کوئی شے آسمان کیجانب پھینکی جائے تو وہ زمین ہی پر واپس آئے گی، مگر ہم اِس موقع پر ایک ایسا عجوبۂ روزگار مسئلہ تحریر کرتے ہیں جس سے یہ واضح ہوگا کہ یہ قوتِ مرکزی دراصل ہے کیا؟ دُنیا نے اس وقت تک قوت مرکزی کو جو کچھ سمجھا ہے وہ صحیح نہیں ہے اور باوجودیکہ ہر شخص نے یہ تماشہ دیکھا ہے مگر اوس پر کبھی غور و خوض نہیں کیا۔

کسی کوزہ میں پانی بھرو، ایک ڈورا اوس میں باندہو اور پھر اپنی پوری قوت سے نہایت سرعت کے ساتھ جس قدر تمہارے امکان میں ہو ایک دائرہ کی صورت میں اوس کو زیر و بالا گھماؤ اور ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ کوزے کے اوپر نیچے ہونے سے پانی گر جائیگا۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ پانی کا ایک قطرہ بھی جبکہ وہ اپنی پوری حرکت میں ہوگا زمین پر نہ گریگا اب اِس اصول موضوعہ کو ستاروں سے متعلق کرو تو یہ تمکو معلوم ہوگا کہ قدرت نے اجرام فلکی کو نہایت تیزی کے ساتھ محض اسی لئے متحرک کیا ہے کہ وہ کسی دوسرے سیارے سے متوصل نہ ہو جائیں

اور یہی وجہ ہے کہ ایک ذرّہ دوسرے ذرہ سے اور ایک سیارہ دوسرے سیارہ
سے جبکہ وہ متحرک بالذات ہو اتصال نہیں کر سکتا نہ چاند زمین پر گرتا ہے
اور نہ زمین سورج پر اور نہ زمین سے کوئی شے محض حرکت کی وجہ
سے نکلتی ہے، اب سوال اول پر غور کرو اور یہ دیکھو کہ وہ کرۂ عظیم
جس سے اکثر اجرام فلکی معہ زمین کے نمودار ہوئے کیا متحرک بالذات
نہ تھا؟ کوزہ والی مثال بدیہی ثبوت ہے جس کا تجربہ ہر شخص کر سکتا
ہے، جس کی موجودگی میں یہ کہنا کہ ہماری زمین یا دیگر سیارے کسی کرۂ عظیم
سے نکلے ہیں بالکل لغو اور بے بنیاد عقیدہ ہے اور جب زمین کا کسی
دوسرے سیارے سے نکلنا ثابت نہیں ہوتا تو پھر اوس کا جل اُٹھنا
تعجبات سے ہے کیونکہ کسی سیارے میں اوس وقت تک آگ کا
لگنا ممکن نہیں جب تک کہ وہ متحرک بالذات ہو۔ جس وقت ذاتی
حرکت پر کوئی خارجی کشش غالب آتی ہے اور فضائے بسیط کی ایتھر
(ایتھر) سے وہ رگڑ کھاتا ہے تو جل اُٹھتا ہے جسکی مثال شہاب و
ثاقب ہیں۔ اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ہم زمین کے ایک آتشی گولہ
ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ کسی حد تک صحیح ہو مگر اسوقت

تک جو اسباب بیان کئے گئے ہیں اونپر تفصیلی بحث کرنیسے بالکل بے بنیاد
معلوم ہوتے ہیں۔ اب صرف یہی ایک صورت باقی رہجاتی ہے کہ مادہ کو شروع
ہی سے آتشی شکل میں تسلیم کیا جائے مگر ہمارے نزدیک یہ خیال دیگر خیالات سے
اور بھی زیادہ لغو ہے کیونکہ یہ مسلمہ ہے کہ دُنیا کا ایک ذرّہ بھی بجز تبدیلیٔ صورت
کے فنا نہیں ہوتا اور جس چیز کی فطرت میں جلنے کی صفت موجود ہو اُسکا جلنا
کبھی ختم نہیں ہو سکتا اور حرکت کی بھی یہی خاصیت ہے کہ ہر زائل شدہ ذرّہ
کے بجائے دیگر ذرّات پیدا ہو جاتے ہیں۔

زمین کی ساخت | اب ہم زمین کی ساخت کی جانب مخاطب ہوتے ہیں، غالباً
ہر شخص یہ جانتا ہے کہ زمین پر اسوقت تین ربع پانی ہے اور یہ سب
پانی اس ہی سے نکلا ہے۔ اسکے علاوہ جہاں آپ زمین سمجھتے ہیں کچھ کھودنے
پر پانی نکل آتا ہے اور اگر زمین کا طبقہ توڑ دیا جاوے تو سمندر سے براہ راست
سلسلہ قایم ہوجاتا ہے اور پانی کی زیادتی کا کچھ اندازہ نہیں ہو سکتا، اب تھوڑی دیر
کیلئے یہ غور کرو کہ مٹی کسقدر اور پانی کس مناسبت سے ہے، پانی کی کتنی ہی مقدار کم کی
جائے مگر پھر بھی یہ قبول کرنا پڑیگا کہ پانی اور مٹی برابر کے تناسب سے ہیں۔ اب ہم مقدار
آب و گِل سے ایک گولا تیار کر کے اسمیں آگ لگانے کی کوشش کریں، مگر اسمیں

اُسوقت تک کامیابی نہوگی جبتک ذرا بھی شائبہ پانی کا رہیگا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرہ ارضی کی آتش فشانی کا سبب کوئی دوسرا ہے۔

زمین اور چاند میں بیک وقت آگ پیدا ہوئی

چاند ہماری زمین سے بہت چھوٹا ہے اور اُسی کا ایک ٹکڑا ہے، تحقیقات موجودہ کے مطابق دونوں میں بیک وقت آگ پیدا ہوئی اور چونکہ جو جسم جسقدر چھوٹا ہوتا ہے اسیقدر جلد جل چکتا ہے، اغلب یہ ہے کہ ہماری زمین کے ٹھنڈے ہونیسے بہت عرصہ قبل ماہتاب کی آگ فرو ہو چکی ہوگی اور چونکہ موجودہ دورِ ترقی میں بہترین آلہائے دُوربین طیار کئے گئے ہیں اسلئے مریخ و عطارد کے حالات اور انکی آبادی کی صحیح خبریں معلوم ہوتی ہیں ان ہی کے ذریعہ یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ چاند ہنوز ویران ہے نہ اُسمیں آبشار ہیں نہ نہریں پھر سبزہ اور حیوانات کا ذکر ہی کیا۔

زمین چاند کے بعد بھی جلتی رہی مگر اُسپر آثار حیات کی نمود ہوئی اور چاند بہت پہلے ٹھنڈا ہوا مگر ہنوز مردہ ہے۔

زمین چونکہ ماہتاب سے بہت بڑی ہے اس لحاظ سے اُسکا چاند کے ٹھنڈے ہونیکے بعد بھی جلتے رہنا اور پھر بجھنا، گرمی کا اخراج، پانی کی پیدائش اور جانداروں کا نمو پانا بھی تعجبات سے ہے، اگر موجودہ تحقیقات میں ان تمام باتوں کے جوابات تلاش کرنا چاہو تو سوائے مفروضہ مسائل کے کوئی ایسی دلیل نہ ملیگی کہ جس سے ایک محقق کی تسکین ممکن ہو۔

ایک شخص اعتراض کرتا ہے کہ جب ماہتاب زمین سے پہلے جل چکا تو کیوں اُسمیں زمین کیطرح آثار حیات نمودار نہوئے؟ اسکا جواب بجز اسکے اور کچھ نہیں دیا جاسکتا کہ ابھی تک اُسکی گرمی کا مکمل اخراج نہیں ہوا ہے، مگر یہ بالکل اغلط فہمی ہے کیونکہ جو چیز جلد جل چکتی ہے ٹھنڈی بھی جلد ہو جاتی ہے۔ اصلیت یہ ہے کہ مادّہ میں اگر نمود حیات کی قوت فطری ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ گرمی کے اخراج سے آثار حیات چاند میں بھی ہویدا نہ ہوتے۔

زمین کی سیر کرو گرم سے گرم سرد سے سرد ملک حتیٰ کہ قطبین تک پہنچ جاؤ ہر جگہ نمود حیات کے کچھ نہ کچھ نشانات ضرور ملیں گے، اگر یہ اثر مادہ اور حرکت کا ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ زمین پر جو چاند سے بہت دیر بعد سرد ہوئی مادّہ کا یہ اثر ہو اور چاند پر کچھ بھی نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مادہ میں حرکت یعنی اجتماع وانتشار کی صلاحیت ہے مگر اسکا سبب خود اُسکی ذات میں اگر موجود ہوتا تو یہ ناممکن تھا کہ اُسکا اثر ہر جگہ کچھ نہ کچھ ہوتا، اس کے علاوہ یہ بعید از قیاس ہے کہ ذرات ابتدا میں ایک لامحدود زمانہ تک منتشر رہتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو سبب مادّہ کی فطرت میں داخل تھا وہ معرض تعویق میں تھا لیکن اسکا بھی کوئی سبب ہوگا، سبب ہمیشہ اپنے معلول سے علیحدہ

اور خارجی اسباب سے پیدا ہوتا ہے، سبب کبھی فطرت میں داخل نہیں ہوتا، مثلاً زید کو قراقر شکم ہوا، قراقر کا عارضہ پیدا کرنے کی قوت جسم میں تھی مگر جس سبب سے وہ پیدا ہوا اگر خارجی نہ ہوتا تو اوسکی کیفیت ہمیشہ اُسمیں موجود رہتی، اسی طرح اتصال ذرات اور اجرام فلکی نمودار ہونے کی قوت اگر مادّہ میں فطری ہوتی تو ذرات ہرگز بصورت انتشار نہ ہوتے، یاد رکھنا چاہیے کہ گھڑی کے صناع نے اُسمیں چلنے اور بند رہنے کی صفت رکھی ہے، مگر وہ کب چلتی ہے؟ جب اُسکے اسپرنگ کو چند بار چکر دیا جاتا ہے، اُسی طرح حرکت خواہ متصلہ ہو یا منفصلہ مادّہ کی طبیعت میں موجود ہے مگر بلا کسی خارجی سبب کے وقوع میں نہیں آتی۔

ایک ہی مادہ سے ذکور و اناث کیونکر پیدا ہوئے۔

مادہ کے متعلق اب صرف ایک اہم مسئلہ باقی رہ گیا ہے یعنی جو صفت کل میں ہوتی ہو وہی اُسکے ہر جز میں موجود ملتی ہے۔ نباتات میں کم، حشرات الارض میں کچھ زیادہ اور حیوانات میں بکثرت جنسیں دو قسم کی ہوتی ہیں یعنی ذکور و اُناث۔ کیا مادّے بھی فضائے بسیط میں دو تھے؟ ایک سے نوع تذکیر اور دوسرے سے نوع تانیث پیدا ہوگئی؟ مگر کوئی عقلمند دُنیا میں کبھی ایک لحظہ کے واسطے بھی یہ تسلیم نہ کریگا کہ مادّہ علیحدہ علیحدہ دو اقسام پر منقسم ہے، مادّہ یقیناً دونوں

صفات سے مرکب ہے اُسکے جزو وکُل کی ایک ہی خاصیت ہے پھر وہ کونسی قوت تھی جس نے مادہ میں ذکور واُناث کی تفریق کی؟ چاہیئے یہ تھا کہ ذکور واُناث میں کوئی امتیاز وفرق نہوتا بلکہ اونکے بجائے ہر نوع میں جنس مشترک کی پیدایش ہوتی اور جسمیں ذکور واُناث کے صفات یکجائی پائے جاتے۔

اثباتِ وجود باری تعالیٰ

مادہ کی حقیقت میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ بغیر کسی خاص قوت مافوق الفطرت کے کائنات عالم مادہ سے خود بخود نہیں پیدا ہوسکتی، ضرور کوئی ایسی طاقت ہے جو نظامُ دنیا پر کامل قدرت رکھتی ہے۔

ہماری عقل وفہم کی رسائی، ہماری ایجاد وتحقیقات، ہمارے علوم وفنون، ہماری زبان والفاظ بلکہ ہمارے حواس خمسہ جن سے ہر شے کا ادراک کیا جاتا ہے، محض مادّی اشیا کے حقائق تک محدود ہیں پس ظاہر ہے کہ کسی ایسی ہستی کے اثبات کیلئے جو مجرد عن المادہ ہو کس قدر دقتِ نظر اور غایر غور وخوض کی ضرورت ہے۔

خدا کے وجود کے متعلق دو سوال

ہستی باریتعالیٰ کے متعلق عام طور پر دو سوال کئے جاتے ہیں :۔

(۱) وہ کیا ہے ؟

(۲) وہ کیسا ہے ؟

اول الذکر سوال ذاتِ خداوندی سے تعلق رکھتا ہے اور یہ سوال کرنیکا صرف اوسی کو حق حاصل ہے جسکو خدائے بزرگ کی ذات اقدس کا پورا پورا علم ہو کیونکہ یہ کلیہ ہے کہ جبتک ہم کسی چیز سے واقفیت تامّہ نہ رکھتے ہوں اوسکا نام لے دینے سے اوسکا کماحقہ، علم نہیں ہو سکتا۔ مثلاً جس شخص نے کبھی گراموفون نہ دیکھا ہو اور اوسی کے روبرو گراموفون کا تذکرہ کیا جائے تو کبھی اوس کی تسلی اوسوقت تک نہ ہوگی جبتک کہ اوسکے صفات بالتشریح نہ بیان کئے جائیں، اسلئے اگر کوئی شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ خدا کیا ہے تو پیشتر ذات خداوندی کے صفات معلوم کرنا چاہیئے اور پھر سوال اول خود بخود حل ہو جائیگا۔

آیا دُنیا میں مجرد عن المادہ بھی کوئی ہستی ہی

عنوان بالا پر کچھ تحریر کرنے سے قبل یہ ظاہر کر دینا نہایت ضروری ہے کہ آیا مجرد عن المادہ بھی کوئی ہستی ہے ؟ دنیا میں عام طور پر دو قسم کی اشیا پائی جاتی ہیں۔ (۱) کثیف (۲) لطیف۔

لطیف اشیا کی حد ہم اُس جگہ ختم کر دیتے ہیں جہاں حواس خمسہ کا ادراک عاجز ہو جاتا ہے. جبتک آلہ خوردبین ایجاد نہیں ہوا تھا اُسوقت تک یہ کوئی باور نہ کر سکتا تھا کہ ایک قطرۂ آب میں ہزاروں ذیحیات ہوتے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس قسم کے انکار سے کسی چیز کا عدم لازم نہیں آتا بلکہ یہ دلیل ہے لاعلمی کی، مشرق کے ماہرین علم معرفت نے ذات باریتعالیٰ کے تعارف کیلئے ایک جداگانہ علم قایم کیا ہے اور جس کی تحصیل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی پوشیدہ قوتوں سے ذات باری تعالیٰ کا ادراک کر سکتا ہے۔

مسمریزم اور ہپناٹزم جبتک عام نہوئے کون کہہ سکتا تھا کہ انسان میں کوئی پوشیدہ قوت ایسی بھی ہے جسکا اثر دوسرے انسان پر پڑ سکے، مسمریزم اس قوت مقناطیسی کا نام ہے جسکے ذریعہ ایک انسان کو بیہوش کرتے ہوئے طرح طرح کے امراض سلب کئے جا سکتے ہیں اسیطرح ہپناٹزم کے ذریعہ قوت متخیلہ میں اسقدر اثر پیدا ہو جاتا ہے کہ حسب مراد ہر شخص سے تمام قسم کا کام لینا ممکن ہی، یہ وہی فن ہے جو مشرق میں توجہ اور قوت ارادی کے نام سے موسوم ہی مذکورہ بالا دونوں مثالوں سے یہ ثابت ہے کہ دنیا میں کچھہ قوتیں ایسی

بھی ہیں جنمیں مادّیت کا شائبہ یا تو کم ہے یا بمنزلہ نفی کے ہے۔

روشنی کی نسبت اگرچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مادہ سے نکلتی ہے مگر اُسمیں مادیت اسقدر کم ہے کہ مادّہ کا پورا پورا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسیطرح تاریکی پر غور کرو جو بالیقین غیر مادّی ہے جسکی نسبت کسیطرح نہیں کہا جا سکتا کہ اُسکا اخراج کسی مادّہ سے ہوا ہے یا شمہ برابر بھی اُسمیں مادیت کا اثر ہے۔ ممکن ہے کہ اسپر یہ اعتراض کیا جائے کہ تاریکی عدم روشنی کا نام ہے ورنہ تاریکی کی کوئی حقیقت نہیں تاہم یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ وہ جو کچھہ بھی ہے غیر مادّی ہے۔ مادیین کا یہ بھی ایک اصول ہے کہ مادّہ پر ہمیشہ مادہ کا اثر ہوتا ہے اور چونکہ خدا مادّی شئی نہیں لہذا کائنات عالم بھی اُسکے اثر سے موثر نہیں ہو سکتی۔

کم از کم مذکورہ بالا چند مثالوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دُنیا میں غیر مادّی اشیا کا بھی وجود ہے اور ہم مسمریزم و ہپناٹزم کی تشریح میں یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ انسان پر جو مادّی ہے اوس کا اثر ہوتا ہے، تاریکی غیر مادی ہے مگر اوس کا اثر مادی چیزوں پر ہوتا ہے آنکھ کی پتلی روشنی و تاریکی میں گھٹتی و بڑہتی ہے، انسانی آنکھہ تاریکی میں دیکھہ نہیں سکتی ہے۔ اور بعض بعض جانوروں کی آنکھہ پر تاریکی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ بخوبی روشنی سے بھی

زیادہ دیکھہ سکتے ہیں، تمرہندی کی پتّی تاریکی میں بند اور روشنی میں کُھل جاتی ہے، کاسٹک سلوشن پر تاریکی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اپنا رنگ نہیں بدل سکتا۔ الغرض یہ کہنا کہ مادہ پر محض مادّہ ہی کا اثر پڑتا ہے صحیح نہیں ہے۔

اب یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ دنیا میں غیر مادی اشیا کا وجود ہے اور مادّہ کا اون سے اثر پذیر ہونا ممکنات سے ہے۔

نظام عالم دُنیا کی ہر چیز پر غور کی نظر ڈالو اور دیکھو کہ نظام عالم کس اسلوب پر ہے بڑے بڑے سیاروں سے لیکر ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کو حکمت بالغہ سے خالی نہیں پاؤ گے، اجرام فلکی میں کچھہ ثوابت اور کچھہ سیارے ہیں، ثوابت اس قدر بطی السیر ہیں کہ صدیوں میں دقیقہ و درجہ کا فرق بمشکل معلوم ہوتا ہے، ہر سیارے کی چال دوسرے سے جداگانہ و مختلف ہے، مریخ و زحل عطارد و مشتری وغیرہ کبھی سیدھی چال چلتے ہیں اور بعض وقت درمیان ہی سے واپس ہو جاتے ہیں، اس رجعت کا سبب بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں، دُمدار ستارے اکثر ایسے ہیں جو ۵۰ سال کے بعد

زمین کے نزدیک آتے ہیں، ہر انجم و سیارے کی گردش کا ایک وقت معین ہے کیا یہ نظم بغیر کسی ارفع و اعلیٰ ناظم کے ایک لمحہ کے واسطے بہی قایم رہ سکتا ہے۔

ترتیب و تناسب اشیا

نباتات و حیوانات کو دیکھو، اون میں بہی ایک بہترین نظام کا پتہ ملتا ہے، ہر ایک پتی اور پھول کی ساخت کو اگر غور سے دیکھیں تو ایک نمایاں فرق معلوم ہوتا ہے، کسی کا رنگ گلابی ہے تو کوئی زرد کوئی سفید ہے اور کسی میں طرح طرح کے باریک نقاط ہیں، غرض اس بوقلمونی کو دیکھکر انسان محو حیرت ہوجاتا ہے، اگر یہ سب مادہ کے طفیل اور خودبخود ظہور میں آگیا ہوتا تو یہ ترتیب و تناسب نہ ہوتا، ایک ہی نوع کے خد و خال میں فرق و امتیاز کے نمایاں علامات اسلئے ہیں کہ انسان اپنی فہم سے یہ نہ سمجھ لے کہ جو اشیا ایک ہی جز سے نکلتی ہیں اُنمیں ہمیشہ صفات یکساں ہوتے ہیں اور اس لحاظ سے اون کا کوئی خالق نہیں بلکہ مادہ کا نتیجہ ہیں۔

نوع میں باہم اختلاف

دریا و بحر کی سیر کرو اور دیکھو کہ ایک نوع ماہی کے کسقدر اقسام ہیں بیشمار رنگ اور طرح طرح کی شکل و شمائل کی ملیں گی، انسان کے گورے

اور کالے ہونے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ آب وہوا کی تاثیر سے گرم ملکوں

کے انسان سیاہ فام اور سرد ملکوں کے سفید ہوتے ہیں مگر مچھلیاں

ایک ہی پانی میں رہتی اور ایک ہی آب و ہوا سے پرورش پاتی ہیں

مگر اون کا اختلاف رنگ خاص صنعتِ باری تعالیٰ ہے، اگر یہ

سب ایک ہی مادّہ سے پیدا ہوئی ہوتیں تو ہرگز شکل و شمایل میں کوئی

تفریق نہ ہوتی۔ آبی جانوروں کی ساخت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ کسی زبردست حکمت والے نے نہایت دانائی اور کامل تحقیقات کے

بعد اونکی آفرنیش کی ہے، پنجوں کی ساخت ایسی موزوں و مناسب

ہے کہ بآسانی تیر سکتے ہیں، گلپھڑے ایسے بنائے ہیں کہ پانی میں رہتے

ہوئے اپنی حفاظت زندگی کے ساتھ جستجوئے طعمہ کر سکتے ہیں، آبی

پرندوں کی چونچ پر نظر کرو پھر اونکے پروں کو دیکھو کہ کیسا بہتر روغن

مَل دیا ہے کہ جسپر پانی کا اثر نہیں ہوتا، رات دن باوجودیکہ پانی میں

رہتے ہیں مگر کیسی مناسب حرارت جسم میں پیدا کی ہے کہ وہ کبھی ٹھنڈا

نہیں ہوتا۔ کیسی صانع حقیقی کی حکمت بالغہ ہے مگر انسان پر ایسا

مادّہ کا اثر غالب ہوا ہے کہ وہ ایک ایسی چیز کو جس میں نہ

فہم ہے اور نہ ادراک کائنات ہستی کا خالق سمجھتا ہے۔

صحرائی جانوروں کی پوشش ہر ملک کی آب و ہوا کے مناسب بنائی اور
انکو آلات مدافعت دیگر دشمنوں سے محافظت کے طریقے بھی تعلیم کر دئے، اگر
یہ کہو کہ مادّہ فطری ضروریات بھی فراہم کر دیتا ہے تو پھر انسان کیوں اسقدر معذور
و مجبور ہے کہ ہر موسم کے لحاظ سے اُسکو اپنی پوشاک کا انتظام کرنا پڑتا ہے،
اب شاید جواب یہ دیا جائے کہ شروع میں انسان کے جسم پر بھی بال تھے
اور امتداد زمانہ سے وہ جاتے رہے مگر اس اصول کو جسم کے تمام حصوں سے
جب متعلق کرو تو خود بخود غلط ثابت ہو جاتا ہے، اب اوسکی عمر کا لحاظ کرو
کہ زاغ و زغن کے مقابل کیا ہے؟ بعدہٗ کتے، بلی، گائے اور گھوڑے کی
عمروں کا موازنہ انسان کی عمر سے کرو تو مادّہ کا کہیں یکساں اثر نہ پاؤ گے،
کسی جگہ ارتقا کا اصول متعلق ہے تو کہیں انحطاط کا، جن چوپایوں کے کھُر
پھٹے ہوئے ہوتے ہیں اونکو قدرت نے سینگ عطا کئے مگر جب مستثنیات کو
ملاحظہ فرماؤ تو اُسی نوع میں بعض شاخ دار ہیں اور بعض بغیر شاخ کے۔
آخر یہ مادہ کا کیسا اثر ہے؟ کہ ایک ہی نوع میں اُس کے فعل کا اسقدر
اختلاف ہے۔ اہل دانش کے نزدیک یہ مستثنیات محض اسلئے ہیں کہ انسان

یکساں نتیجہ سے یہ نہ قیاس کرلے کہ یہ صرف مادہ ہی کا اثر ہے، بلکہ اُس بزرگ ہستی نے ان اختلافات کو اِس لئے پیدا کیا کہ وہ اس امر کو باور کرلے کہ قادر مطلق کی کوئی ذات والاصفات ہے جو ہر چیز سے جیسا چاہے کام لے سکتی ہے اور یہی باعث ہے کہ انسان کے مقررہ اصول کے خلاف اکثر نتائج ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں اور جن میں یہ حکمت الٰہی ہے کہ بار بار کی تنبیہ سے انسان قادر مطلق کی جانب مخاطب ہو اور اُس کو پہچانے۔

کیوں ہمیشہ نتائج یکساں برآمد نہیں ہوتے۔

شورہ، گندھک اور کوئلہ جب مناسب مقدار میں ملائے جائیں تو باروت بنجاتی ہے، مینسل اور پوٹاس آمیز کرنے سے ایک مادہ بھک سے اُڑ جانے والا تیار ہو جاتا ہے اور کبھی ہرگز اسکے خلاف واقع نہیں ہوتا، اسی طرح تمازت آفتاب سے زمین گرم ہوتی ہے، ہوا ہلکی ہوکر اوپر جاتی ہے اور اوسکی جگہ سمندر سے نمناک ہوائیں آتی ہیں اور جب زمین وسمندر ایک خاص ڈگری پر گرم ہو جائیں تو مانسون (بارشی) ہوا پیدا ہوتی اور پانی برستا ہے، اگر ہم پانی کو ایک خاص ڈگری کی گرمی پہنچائیں کہ اُس میں بھاپ پیدا ہو جائے۔ پھر جب کبھی ہم پانی میں اُسی خاص مقدار کی گرمی دینگے ضرور نتیجہ ایک ہی برآمد ہوگا۔ جب یہ نہ ٹلنے والے اصول ہیں تو

پھر کیوں کسی سال بارش ہوتی ہے اور کسی سال خوفناک قحط؟ اسکے جواب میں صرف یہ کہنا کافی ہے کہ مخالف ہواؤں سے پانی نہیں برستا مگر مخالف ہوائیں بھی تو تمازت آفتاب ہی کا نتیجہ ہیں اور وہ کہیں باہر سے نہیں آیا کرتیں۔ کیوں ایسی مخالف ہوا ایک ہی سال چلتی ہے اور دوسری سال نہیں؟

هر چیز کے نتیجہ پر حکومت کرنیوالی ایک زبردست طاقت ہے

دراصل ہر چیز کے نتیجہ پر حکمرانی کرنے والی ایک زبردست قوت ہے جو قادر مطلق ہے اور ہر لحظہ منادی کرنے والی ہے کہ اے غافل انسان، اپنے علم وعقل پر اعتماد رکھنے والے تو ہمکو ہرگز یہ سمجھکر نہ فراموش کر دینا کہ صرف طپش آفتاب ہی سے بارشی ہوائیں پیدا ہوتی ہیں، دیکھ ہر سال ہم یکساں طور پر زمین کو گرمی پہنچاتے ہیں مگر ہم اسپر بھی قادر ہیں کہ اوسکے نتیجہ کو قطعاً تبدیل کر دیں اور پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ آنے دیں۔

مادیین کے اصول کے مطابق مادہ کی فطرت میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ اعضائے جسمانی کی ترتیب و ساخت درست اور صحیح طور پر کرے مگر برخلاف اسکے ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ بعض انسانوں کے بجائے بیس کے چوبیس انگلیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح مادر زاد نابینا، گونگے اور بہرے ہوتے ہیں۔ ۱۸۲۷ء میں بمقام

پر بس ایک عورت کا مشاہدہ کیا گیا جسکی ران میں چھاتی تھی اور اس حالت پر بھی بچہ کو دودہ پلاتی تھی، اکثر بچے بغیر سر یا ہاتھ پیر کے بھی پیدا ہوتے ہیں، الہ آباد اسٹیشن پر ایک پچیس سالہ جوان محتاج صحیح وسالم اسوقت موجود ہے جسکے بازو و کلائی قطعی نہیں دونوں ہاتو نکے بیچے بشانو نمیں لگے ہیں اور جب کوئی مسافر اُسکو کچھہ دیتا ہے تو وہ اُنھیں ہاتوں سے لیتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ مادہ کی فطرت میں ایسا تغیر کیوں واقع ہوا اور ذرات اپنا فرض منصبی کیوں بھول گئے حقیقتہً یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ مادہ اور حرکت حکم خداوندی کے مطیع و منقاد ہیں اور یہ خلاف فطرت تمام صناعیان خدائے قدوس کی قدرت کاملہ کے نشانات بزرگ ہیں۔

برق بھی مادہ میں شامل ہے جسکی سرعت کا اندازہ ہر شخص کو ہے مگر وہ کیسا صانع حقیقی ہے جسنے انسان کو پیدا کیا اور ہر قوت معتدل اندازہ کے ساتھ ودیعت کی۔ اگر یہی طاقت اپنے کمال پر ہوتی تو چند منٹوں میں وہ کرۂ ارضی کی سیر اور سینکڑوں برس کا کام ایک لمحہ میں ختم کر لیتا اور ایک سال کی مدت ہزاروں برس کے برابر معلوم ہوتی، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو کچھہ بیجا نہ ہوگا کہ اس دُنیا کی زندگی اُس کے لئے وبال جان اور تمام زمین سکونت کے

سے ناکافی ہوتی، قرب و بعد کی کچھ حقیقت نہ رہتی، ایک لحظہ میں
سینکڑوں باتوں کا ادراک کر سکتا تھا،

متذکرہ بالا سطور سے ثابت ہے کہ جب مادّہ کے فعل کا خلاف فطرت
وقوع میں آنا ممکن ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ ذرات کا اقتضائے فطرت ہی
یہ ہے کہ وہ ہر جسم کی ساخت بہتر اندازہ اور مقررہ قانون کے مطابق کرتے
ہیں۔ قوائے جسمانی مثلاً دماغ اور اُس کی جداگانہ قوتیں یعنی سامعہ، باصرہ،
لامسہ، ذائقہ اور شامّہ کے ذرات علیحدہ اور جداگانہ نہیں ہوتے بلکہ وہی
ذرات جسم کے مختلف حصوں میں اپنی جگہ کے اعتبار سے کام کرتے
ہیں ذرات کے اس فعل سے بھی صاف ثابت ہے کہ اُنمیں بطور خود
دیکھنے اور سننے وغیرہ کے صفات نہیں ہیں۔

دماغ کے اندر ذروں کی خاص حرکات، احساسِ رنج و راحت کا تعلق،
زید کو جو چیز شیریں معلوم ہوتی ہے بکر اُسمیں تلخی کا مزہ پاتا ہے، مادیین اسکی
تشریح کرنیسے عاجز ہیں کہ کاربن، ہیڈروجن، نائٹروجن اور آکسیجن کے
ذروں سے کسطرح شعور پیدا ہوتا ہے؟ حالانکہ یہی ذرات جسم کے دیگر حصص میں
بھی پائے جاتے ہیں مگر انکا فعل دماغی فعل سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ قوت

متخیلہ اور قوت گویائی بھی مسائل لانحل ہی کی صف میں داخل ہیں۔

اجتماع ذرات ابتداً کیونکر ہوا، مختلف کرہائے فلکی اپنے اپنے مدار پر کسطرح تیار ہوئے، زمین میں آگ کیوں لگی، خاکستر ہونے کے بعد چاند سے پہلے آثار حیات اسمیں کیوں پیدا ہوئے، ایک ہی مادہ سے ذکور و اناث علیحدہ علیحدہ کیونکر وجود پذیر ہوئے؟ ان سب کا جواب نہایت صحیح طور پر صرف یہی ہے :-

"کائنات عالم کی ہر شے ممکن نہیں کہ وہ بغیر کسی ایسی ذات کے جو حکیم مطلق قادر و خالق اور سب سے اول ہے، وجود پذیر ہو سکے،

توحید باریتعالیٰ

جسطرح اس خاکنائے ہستی اور کائنات عالم کا خالق و ناظم کوئی ضرور ہے جسکے قبضہ و اختیار میں ذرہ سے لیکر عظیم الشان پہاڑ تک ہیں جو تمام عالم کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور جسکی کوئی ابتدا و انتہا نہیں، اسیطرح باعتبار اپنی ذات و صفات کے یکتا ہے، وہ ایسا فرد ہے جسکے اجزا ممکن نہیں۔

دُنیا میں خدا کا صحیح تصور کرنے میں اکثر غلطیاں کی ہیں، کسی نے اپنے فہم کی رسائی سے یہ سمجھہ لیا ہے کہ وہ اس جہان میں جسم اختیار کر کے آتا

ہے، بعضوں نے اُس کا مسکن انتہائی بلندی پر قرار دیتے ہوئے پابند کون ومکاں خیال کیا ہے اور کسی نے خود کوزہ گرد خود گلِ کوزہ سے تشبیہ دی ہے۔ بعضوں نے اوس ارفع و اعلیٰ ہستی کا سراپا مثل انسان کے بیان کیا حالانکہ وہ اِن تمام باتوں سے مبرہ و منزہ ہے، اوس کے آنکھیں نہیں ہیں مگر سب کو دیکھتا ہے، اوسکے کان نہیں مگر سنتا ہے، منہ نہیں مگر کلام کرتا ہے اور انسانوں جیسے ہاتھ نہ رکھتے ہوئے ہر کہہ ومہ کی دستگیری کرتا اور دونوں عالم کو سنبھالے ہوئے ہے۔

خدائے جلّ و علا کی موجودگی سے کوئی جگہ ومقام خالی نہیں، وہ دُنیا میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے کہ انسان کے وہم وتصور میں بھی کوئی ایسی چیز نہیں آسکتی جس میں ذات باری تعالیٰ نہو، وہ نہ جسم ہے اور نہ تاریکی وروشنی اور نہ کسی دُنیاوی شے سے مشابہت رکھتا ہے، اوس کی تشبیہہ دینا بھی شرک و بدعت میں داخل ہے، اُسکا عرش وفرش پر ہونا یکساں ہے بلکہ اوس کے وجود باجود سے تحت الثریٰ بھی خالی نہیں اور نہ کوئی خاص مسکن ہے مگر ہاں انسان کا دل اُس کی

جلوہ گاہ ہے، مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اوس کے جمال جہاں آرا سے نور و سرور حاصل کریں۔

ایک زمانہ تھا جب دُنیا میں متعدد خدا تسلیم کئے جاتے تھے، مگر جیسے جیسے علم و فضل کی روشنی پھیلتی گئی اس خیال کی لغویت آشکارا ہونے لگی حتیٰ کہ نیکی و بدی کے دو خدا علیحدہ علیحدہ قرار دئے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد دُنیا کو یہ ماننا پڑا کہ اگر خدا ایک سے زاید ہوں تو نظام عالم ایک لحظہ بھی قایم نہیں رہ سکتا کیونکہ عدم اتفاق رائے کا نتیجہ ہمیشہ جنگ وجدل اور برہمی نظام کا باعث ہوتا ہے۔ بدی کا خالق جداگانہ تصور کرنا بھی ایک واہمہ ہے ورنہ نیکی و بدی بذاتہ صرف اسقدر ہے کہ احکام رب العزت کے اتباع کا نام نیکی اور اوس سے تمرّد و سرکشی کرنا بدی میں داخل ہے اور یہ دونوں انسان کے افعال سے پیدا ہوتی ہیں۔ کائنات باریتعالیٰ میں سوائے صواب کے کہیں عیب کا نشان بھی نہیں اور اگر تمہاری طبیعت میں کبھی ایسا شبہ پیدا ہوتا ہے تو وہ فہم کی نارسائی کا نتیجہ ہے۔

توحید فی الذات — ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ ذات باریتعالیٰ اپنے صفات میں

بھی یکتا ہے اور اسی کا نام توحید فی الصفات ہے، اور توحید فی العبادت یہ ہے کہ جسوقت اُس ذات عالی کیطرف انسان رجوع ہو تمام دُنیا وی خیالات کو دل سے محو کردے تاکہ اوسکی عبادت میں بجز اپنی روح کے اور کسی کی شرکت نہ ہو۔ اس موقع پر یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ جب پریشانی خاطر سے بھی توحید فی العبادت کا مقصد فوت ہوتا ہے تو پھر غیر از خدا یعنی انسان دیوتا اور اوتار کی شرکت کب جائز ہو سکتی ہے۔

توحید فی العبادت

انسان کی پیدائش

ہم اپنے الہام میں ظاہر کر چکے ہیں کہ خدا کے مقررہ اصول کے مطابق دُنیا کی پیدائش اور جانداروں کے نمود ہونیکا طریقہ کیا ہے۔ ہر زمانہ اور ہر قوم میں ایسے لوگ گذرے ہیں جنکی عقل کی رسائی قدرت کے اصول مذکور تک کم و بیش ہوتی رہی ہے مگر مادّیین نے روحانیت کا علم نہ ہونیکی وجہ سے ہی خدائے بزرگ کی ہستی سے انکار کیا ہے اور جسکی پوری پوری تردید ہم کر چکے ہیں۔ یہاں ہمکو صرف یہ بتانا ہے کہ مادّیین نے جو سلسلہ کائنات صرف آدم کی ذات تک ختم کردیا، اسکا سبب یہ ہے کہ وہ انسان سے آگے چلکر کسی روحانی سلسلہ کے قائل نہیں

ہیں۔ جو رائے اُنھون نے اپنی سمجھ سے قایم کی ہی اُس سے خود اون کی تردید ہوتی ہے۔

ارتقا صرف انسان ہی پر کیوں ختم ہوا

یا تو مادّہ کا یہ آغاز کہ بجز ذرات کے اور کچھ بھی نہ تھا، پھر اجرام اور اجسام کا نمودار ہونا جمادات کا اُگنا، حیوانات کی مختلف اقسام کا ظاہر ہونا، یا پھر اسکا یہ اختتام کہ آدم کے بعد تمام ترقی کے سلسلوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اگر اِس پر کچھ بھی ٹھنڈے دل سے بلا کسی طرفداری اور مخالفت کے غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ فطرت کا منشا صرف انسان ہی کا پیدا کرنا تھا ورنہ جس طریقہ سے ہم نباتات، جمادات اور حیوانات میں یہ سلسلہ دیکھتے ہیں کہ ہر ادنیٰ نوع کے بعد ایک اعلیٰ نوع ضرور ہے، اسی طرح سے انسانی نوع کے بعد بھی اُس سے افضل و اکمل کوئی نوع ہوتی اور ہرگز یہ انسان مادّیت کے تسلسل کی آخری کڑی نہ ہوتا۔ دُنیا چونکہ دارالاسباب ہے ہر چیز بلا کسی سبب کے وقوع میں نہیں آتی اس لئے قدرت نے انسان اور محض انسان ہی کو پیدا کرنے کیلئے، پیدائش کے مختلف مدارج قایم کئے اور ایسی جمادات سے لیکر جن میں نباتی صفات ہوتی ہیں، حیوانات تک انسانیت کی مختلف شکلیں ہیں اور انسان

اِس مرقع میں تمام تصویروں سے بہتر اور احسن تصویر ہے۔ انسان اپنی
عقل و دانش کے لحاظ اور فہم و ذکا کی وجہ سے عجیب و غریب صفات کا
مظہر بن جاتا ہے، ماّدیین اِس پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ارتقا ہے جسکی وجہ
سے اوسکی دماغی حالت درجہ تکمیل پر پُہنچ گئی اور اسی وجہ سے وہ مظہر
عجائب و غرائب ہے۔

نطق انسان کا خاص حصہ ہے جو ارتقا کا نتیجہ نہیں

اسوقت ہم تمام باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے انسان
کی صرف ایک صفت گویائی کا تذکرہ کرتے ہیں جو
خاص اُسی کا حصہ ہے اور یہ کسی دیگر نوع میں نہیں پائی جاتی ورنہ یوں
تو ہر جاندار دیکھتا سُنتا حتیٰ کہ احساس کا مادّہ نباتات میں بھی پایا جاتا ہی،
ہر ذیحیات کو اس کی ضرورت کے مطابق قدرت نے کامل عقل عطا فرمائی
جس سے وہ اپنی ضروریات فراہم کرے ہاں ایک نطق ہی ایسی چیز ہے
جس سے انسان کو تمام حیوانات پر شرف ہے ورنہ انسان بھی حیوان ہی
ہے فرق و امتیاز کا باعث صرف قوت گویائی ہے۔

کیا کوئی انسان مکڑی جیسا جال تن سکتا یا شہد کی مکھی جیسا گھر
بنا سکتا ہے؟ یہ امر قابل غور ہے کہ اِن دونوں کے پاس نہ پرکار

ہوتا اور نہ کوئی آلہ ضلع وزاویہ ناپنے کا مگر علم اقلیدس کے لحاظ سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ گویا جلاے اور شہد کی مکہی کے گھر کو کسی بہترین مہندس
نے اپنی پوری قابلیت سے بنایا ہے. کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اون کی
عقل اور فہم و فراست میں کچہہ بہی کمی ہے؟ بلکہ ایک طرح سے ارتقا کا
اثر ہی اُلٹا معلوم ہوتا ہے، انسان جو ارتقا کی بہترین تصویر ہے اوس
کی فطرت ان کمالات سے جن کا ذکر ہوا عاجز ہو اور بغیر تحصیل
علم کے انسان ہر امر میں محتاج رہے لیکن حیوانات نہ کسی اسکول
میں تعلیم پاتے نہ علم ہندسہ کی تحصیل کرتے نہ علم جراحی سیکھتے نہ خواص
ادویہ پڑہتے ہیں مگر کوئی جانور مہندس، کوئی جراح اور کوئی طبیب ہوتا
ہے۔ اکثر جانوروں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ خود یا اون کے بچے بیمار
ہوتے تو وہ جنگلی جڑی بوٹیوں سے اصلاح کر لیتے ہیں۔ اصل یہ ہے
کہ قدرت نے اپنے انعام و الطاف کریمانہ سے ہر جنس کو جس چیز کی
ضرورت تہی عطا کر دی، اگر ارتقا ہی کا یہ اثر ہوتا تو انسان بہی مثل دیگر
حیوانات کے شکم مادر ہی سے تعلیمیافتہ پیدا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر موقع
و محل پر قدرت نے اپنے مقررہ قانون کے ساتھ ساتھ اس قسم کی نمایاں تبدیلیاں

کردی ہیں اور یہ محض اسلئے کہ انسان مادّہ اور ارتقا کے چکّر میں پڑکر اُس صانع حقیقی اور حکیم مطلق کو فراموش نہ کردے۔

اب نطق کے متعلق بھی غور کرنا چاہیئے کہ یہ ارتقا کا فعل نہیں۔ کیونکہ جسمانی اور دماغی ترقی کے ساتھ ساتھ نطق کی صفت ترقی نہیں کرتی۔ انسانیت کے جو مدارج قایم کئے گئے ہیں اون میں طوطا اور مینا کا درجہ نہایت ارذل ہے، اُس کے بعد چارپایوں کا سلسلہ علی الترتیب ہے اور چارپایوں میں ریڑھ دار جانوروں کا، پھر دودھ پلانے والے جانوروں کا درجہ ہے یہاں تک کہ بندر اور گیرولا (یعنی بے دُم کا بندر) اپنی صنف میں انسانیت سے نزدیک تر ہیں مگر جو قوت طوطا اور مینا میں آوازوں کی نقل کی ارتقا نے پیدا کی وہ پھر آگے چلکر بالکل معدوم وغائب ہوجاتی ہے۔ طوطا و مینا انسان کی صحبت میں رہ کر مثل انسانوں کے بات چیت کرنے لگتے ہیں مگر بندر اور گیرولے کو اگر تمام عمر ساتھ رکھا جائے تو وہ ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکال سکتا حالانکہ ان دونوں کی دماغی ساخت تمام حیوانات سے بہتر اور انسانی دماغ کے مشابہ ہوتی ہے۔

اخبار اسٹیٹسمین مورخہ ۲۹ فروری سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک مضمون بندروں کی
زبان کے عنوان سے شائع ہوا تھا جسمیں مسٹر بی۔ ایل گارنر کا بھی تذکرہ تھا،
مسٹر موصوف اس فن کے ماہر تھے اور جنہوں نے افریقہ کی سیاحت کی تھی اور
سنہ ۱۸۹۲ء میں اس امر کے مدعی ہوئے، کہ بندروں اور گیروولے میں ابتدائی
قسم کی گویائی ہے مگر پھر افریقہ کے مشہور مقام گابون میں گئے جو گیرولوں کا مسکن
ہے اور وہاں ایک آہنی پنجرے میں بند ہو کر گیرولوں کے درمیان عرصہ
تک رہے اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ بندروں اور گیروولے میں انسان جیسا
یا مثل اوسکے کسی قسم کا نطق نہیں ہے۔

جس نوع میں انسان یا انسان جیسا نطق ہوگا خواہ وہ اپنی ابتدائی حالت
ہی میں کیوں نہو انسانی زبانوں کی بتدریج تحصیل کرسکتا ہے کیونکہ جن جانوروں
میں ابتدائی نطق کی قوت ہو وہ انسانوں کی بولیاں بہتر طریقہ سے بول سکتے
ہیں مگر بندر اور گیروولے انسانیت کی حد سے بہ نسبت تمام حیوانات کے
نزدیک تر ہیں جنکی جسمانی طاقت انسانوں سے ملتی ہوئی، اور حرکات و
سکنات انسانوں جیسے معلوم ہوتے ہیں اور اگر انکو بچپن ہی سے پرورش کیا
جائے تو اچھی طرح سدھائے جاسکتے ہیں جو سرکسوں میں مثل انسانوں کے

کام کرتے ہیں، مثلاً گھوڑے پر سوار ہونا، سگرٹ پینا، میز کرسی پر بیٹھنا اور گھر کے
اندر معمولی کام کرنا وغیرہ یہ سب کچھ ان کو آجاتا ہے لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے
کہ کبھی کسی بندر یا گیر دلے نے مثل انسانوں کے یا اُس سے کم وبیش بات
چیت کی یا ایک لفظ بھی زبان سے نکالا، اصل میں قوت گویائی افضال
خداوندی میں سے محض انسان کا حصہ، اور یہ نطق اُس روحانیت کا اثر
ہے جس کی برکت سے وہ اشرف الموجودات کہلاتا ہے، نیز انسان کی
صفت گویائی ایک زبردست دلیل جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اثبات
وجود باری تعالیٰ کی ہے۔

اگر دُنیا میں انسانی پیدائش کی ابتدا صرف ارتقا ہی کی بدولت ہوئی
ہوتی تو جسطرح ارتقا نے جسمانی ساخت پر اپنا اثر کیا، اور اوس کو بتدریج
ترقی کیطرف لے گیا اسی طرح دیگر انسانی قوتوں مثلاً نطق وغیرہ کا ظہور ہوتا
یعنی نطق کا بھی وجود کم وبیش اون جانداروں میں ضرور ہوتا جو اپنی
جسمانی ساخت کے لحاظ سے انسانوں سے زیادہ مماثلت رکھتے ہیں
مگر ایسا ارتقا ہم کسی جاندار میں نہیں پاتے اور نطق کی صفت صرف
انسانوں کی ذات تک مخصوص ومحدود دیکھتے ہیں اور بالآخر ہم

گویہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ محض انعام خداوندی اور فیضان رحمی ہے۔

انسان کی پیدایش کی غرض

اس قدر مطالع اور دلائل عقلی سے معلوم کرنے کے بعد ممکن نہیں کہ معترضین یہ سوال نہ کریں کہ:-

۱۔ خدائے بزرگ کو انسان کے پیدا کرنیکی کیا ضرورت تھی کیونکہ احتیاج و غرض ذیحیات یعنی مخلوق چیزوں کو ہوتی اور خدا ضرورت و غرض سے مبرہ و منزہ ہے۔ اسی سلسلہ میں دوسرا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ:-

۲۔ اگر اول الذکر سوال کا جواب نفی میں ہے تو اس سے بھی زیادہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خدا نے انسان کو بے غرض و ضرورت پیدا کیا تو فعل عبث عقلمندوں کا کام نہیں اور جو خارج از عقل ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

اِن دونوں سوالوں کا لکھنا تھا کہ خدائے بزرگ کی قدرت کاملہ نے اپنی عظمت و بزرگی کا دریا میرے دلمیں موجزن کر دیا اور یہ ندائے غیبی آئی:-

ندائے غیبی

اے انسان اے متمرد انسان معبود حقیقی کو بھول جانیوالے۔ عبد اقل اور ذلیل انسان ہو کر یہ خیرہ سری اور یہ گستاخی۔ تو اپنی حقیقت کو اس قدر فراموش کر بیٹھا

کیا پشت پدر میں نطفہ کی صورت اختیار کرنیسے پہلے چند ذرات منتشر یا سبزہ وغیرہ

کی حالتمیں نہ تہا جو پیروں سے پامال ہوتا اور غلاظت سے نمو پاتا تہا۔ پھر کیا تو نے نہیں

دیکہا کہ صلب پدر سے کسطرح تیرا اخراج ہوا اور اوس مصوّر حقیقی نے کیا ہی دلفریب و

خوشنما شکل و شمائل عطا فرمائی۔ ایک ہی جنبش شے سے عالم وجود میں لایا اور پھر کیسا

اختلافِ صورت کہ ایک کو دوسرے سے خط و خال میں کوئی مشابہت نہیں ۔

خصلت و طبیعت۔ عادات و اطوار بالکل جداگانہ " الہام۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ یہ سب صناعیاں اُس معبود حقیقی کی کیا صرف

اسلئے نہیں ہیں کہ انسان اپنے نفس پر غور کرکے کسی وقت تو اُس سے یہ

محاسبہ کرے ؎

میں کیا ہوں اور کیا ہے مری ابتدائے بود

آیا کہاں سے اور کہاں سے ملا وجود

دُنیا کے ہر ذرہ کی کوئی غرض فطری ہے۔

ا ۔ یوں اگر غور کیا جائے تو دُنیا کی کوئی چیز بلکہ ایک ذرّہ بھی

بے غرض نہیں، کائنات ہستی کی ہر شے اپنی غرض میں

مشغول اور کوئی ممدِ حیات ہے تو کوئی معینِ ممات، کوئی وجہ انفصال ہے

تو کوئی باعث انصال اور انسان بھی تو آخر اُن ہی اجزا سے مرکب ہے،

دُنیا میں اُسکی پیدائش کی بھی کوئی غرض ہونا چاہیئے کیونکہ ذرات مذکورہ ہی سے وہ عالم وجود میں آیا ہے۔

دراصل انسان دُنیا میں اسلیئے نہیں آیا کہ قدرت کی ہر شے پر جو اُسکے اختیار میں ہے حکومت کرے اور خود اُنسے متمتع ہو کر مر جائے بلکہ اُسکی بھی کوئی خاص غرض ہونا چاہیئے جسکا تذکرہ آگے آئیگا، اسموقع پر صرف یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ انسان دُنیا میں جسروز سے آنکھ کھولتا ہے کیا کیا دلفریب نظّارے، کیسے کیسے خوشنما منظر، کیسی کیسی مرغوب طبع صورتیں نظر سے گذرتی ہیں، اگر یہ انسان کے اختیار میں ہوتا تو اُنمیں کبھی تغیر و تبدیل نہ ہونے دیتا کیونکہ ان تمام باتوں سے کچھ نہ کچھ انسانی غرض وابستہ ہوتی ہی۔ اسیطرح یہ تمام کارگاہ ہستی اگر خدا نے اپنی کسی ذاتی غرض سے رچائی ہوتی تو پھول کھِلکر غائب نہ ملتے اور نہ حسین صورتیں پیوندِ زمیں ہوتیں۔ لہٰذا اُس معبود حقیقی کی کوئی ایسی غرض ہماری پیدائش سے نہیں، جیسی کہ ایک انسان کو ہوتی ہے۔

۲۔ آفتاب طلوع ہوتا اور کرہ زمین کا ایک پہلو روشن ہو جاتا ہے، بوقت غروب ہر طرف بجز تاریکی کے کچھ نظر نہیں آتا۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آفتاب کی غرض دُنیا کو روشن کرنا اور تاریکی کا منشا عالم کو شب دیجور بنا دینا ہے؟ گو یہ

صحیح ہی کہ دُنیا کی ہر چیز بے غرض نہیں مگر حقیقۃً دن اور رات بطور خود کوئی ذاتی غرض نہیں رکھتے بلکہ آفتاب و تاریکی کی خاصیت ہی روشنی و ضلالت ہی۔ خداوند عزوجل کی بھی اسیطرح سے جملہ کائنات ہستی کو پیدا کرنیسے کوئی ذاتی غرض نہیں۔ غرض و ضرورت ہمیشہ حاجتمندوں کو ہوا کرتی اور حاجتمندی صفتِ مخلوقی ہی اور خدا تعالیٰ مخلوق نہیں اسلیئے ہر فعل الٰہی اپنی ذاتی غرضُ حاجت سے بری ہے، کائناتِ ہستی کا بھی ظہور منشائے قدرت کے مطابق بالکل اسیطرح سے ہوا جیسے آفتاب کے ساتھ روشنی اور تاریکی کے ساتھ ضلالت۔

انسان کی بھی فطرتاً کوئی غرض پیدائش ہونا چاہیئے۔

مذکورہ بالا سطور میں یہ ہم تحریر کر چکے ہیں کہ جب ہر چیز کی کچھہ نہ کچھہ غرض پیدائش ہی تو انسان کی بھی کوئی غرض ہونا چاہیئے جسکے اظہار کا اوپر وعدہ بھی کیا گیا تھا اور وہ یہ ہے کہ دُنیا میں جب ادنیٰ درجہ کی مہربانیوں کا احسان مانتے ہیں تو پھر اوس خدائے بزرگ کا جسنے انسان کو لاتعداد نعمتیں عطا کی ہیں، آخر کچھہ شکریہ ادا کرنا چاہیئے یا نہیں؟ خدا نے انسان کو فہم و فراست، علم و فضل، نطق و گویائی کے ذریعہ سے تمام عالم پر فضیلت دی اور انسان ان انعام کیوجہ سے کائناتِ عالم پر حکومت کر رہا ہے۔ کیا انسان نے شکریہ ادا کرنا تو کیسا وقتاً فوقتاً خالق ہونیکے دعوی نہیں کیئے۔ کیا اس سودائے خام کا ظہور دُنیا میں اکثر نہیں ہوا؟

اکبر کے زمانہ کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ جب ایک فانی ہستی کیلئے جلّ جلالہٗ اور اللہ اکبر کے الفاظ استعمال کئے جاتے تھے کیا ایک مخلوق کا یہی شیوہ ہونا چاہیئے ؟ اصل میں ہماری پیدائش کی غرض اور نعمائے الٰہی کا بدلہ اور ہمارا فرض حقیقت میں یہ ہے کہ ہم ہر وقت نیازمندی کی گردن اُسکے بزرگ آستانہ پر جھکائے رہیں اور عجز و خاکساری کے ساتھ ناصیہ فرسائی کرتے ہوئے یوں التجا کرتے رہیں کہ اے خداوند! تو ہمارا معبود ہے اور ہم تیری مخلوق و ناچیز بندے ہیں۔

کسی وقت تو ہم تمام دنیاوی منصوبے اور خیالات ترک کر کے اُسکی طرف اسطرح رجوع کریں جسطرح ایک شیرخوار بچہ بھوک کے وقت آغوشِ مادر میں جانے کیلئے بیچین و مضطرب ہو جاتا ہے اور یہی عین عبادت ہی عبادت کے معنی دراصل زبان سے اللہ اللہ یا رام رام کہنے کے نہیں بلکہ اصلی عبادت اظہار عبدیت کا نام ہی یعنی تمام فرعونی اور دُنیاوی خیالات کا دل سے دور کر دینا اور خدائے بزرگ کو اپنا خالق اور اپنے آپ کو عبد اقل سمجھنے کا نام عبادت ہے اور یہی مطلب انسان کی غرض پیدائش کا ہے۔

روح وحیات میں فرق

روح وحیات میں ایک عام غلطی۔

اکثر مذاہب نے روح وحیات میں یا تو کوئی فرق ہی نہیں کیا اور اگر کیا بھی تو بجز ایک ہی شی کے دو مختلف نام مقرر کر دینے کے اور کوئی توضیح وتشریح نہیں کی۔ دراصل کسی مذہب کی حقانیت کے معلوم کرنیکا بہترین مقیاس اگر کوئی ہو سکتا ہے تو وہ روح کا مسئلہ ہے، اسلئے ہم اسپر بالوضاحت بحث کرکے یہ دکھاتے ہیں کہ روح وحیات کی اصلیت کیا ہے۔

شاستروں میں روح کی تشریح

ویدانت مذہب میں روح کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ سب بحالت مجموعی حیات کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی ایسا امتیاز وفرق نہیں قائم کیا گیا جس سے اُنکے خواص علیحدہ علیحدہ معلوم ہو سکیں[۵۱]، عقل و حافظہ، جوش و

---

۵۱ نیائے شاستروں میں آتما یعنی روح کی تعریف وتشریح اسطرح پر کی گئی ہے جس کے اصل الفاظ یہ ہیں:- پرانا۔ آپان۔ بمیشو۔ اُن میش۔ جیون۔ منوگتی۔ اندریا۔ انترو کارا۔ سکھ۔ دکھ۔ اکشیا۔ دویش۔ پریتن ناش۔ چا تمنی۔ لنگانی۔ ترجمہ:- زندگی رکھنا اور اوس کا ترک کرنا۔ آنکھوں کا کھولنا اور بند کرنا۔ حیات۔ وسعتِ خیال، خواہشات صالح اور طالح انسانی افعال جو اپنے اور دوسروں کے لئے کئے جائیں یہ سب روح کے علامات ہیں۔ نیز دیکھو امر کوش برگ ۲۳۔ اشلوک ۱۰۹ میں آتما کو ترتیب، تحمل عقل و عادات اور ہستی بزرگ سے موسوم کیا گیا ہے اور جسم کے معنی بھی تحریر ہیں۔ کتاب مذکور برگ ۱۸۔ اشلوک ۱۱۹ جیو کے معنی پران دہارن یعنی زندگی کے ہیں۔

حرص وطمع، لطف وعداوت، انتقام وبخشش وغیرہ وغیرہ جسقدر انسانی صفات ہیں اون کا تعلق دماغ کی ساخت پر منحصر ہے اور یہ علم فزیالوجی کے ذریعہ پورا پورا پایۂ ثبوت تک پہنچ گیا ہے، ان تمام باتوں کو صفات روح سے موسوم کرنا صحیح نہیں ہے۔

جسکو روح کہا جاتا ہے وہ اصل میں حیات ہے۔

بڑے لطف کی بات ہے کہ اس روح کو جسے صحیح طور پر حیات کہنا مناسب ہوگا ازلی بیان کیا جاتا ہے حالانکہ اس کا دوسرا نام حرکت ہے جو پیدا اور فنا ہوتی ہے اور جسپر کامل بحث مادہ کی حقیقت میں کیجا چکی ہے نیز اگر روح کے وہی معنی لئے جائیں جو حقیقۃً اوسکے ہیں تو پھر روح کے تعدد کا مسئلہ پیش ہوگا اور یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر ذیحیات کی روح ازلی ومشترک ہے مگر انسان اور دیگر حیوانات وحشرات الارض میں اگر یکساں روح ہوتی تو اوسکے اثرات بھی یکساں ہوتے اسلئے انسان کی روح تمام دیگر جانداروں سے بالکل ایک جدا اگانہ قسم کی ہے۔ زندگی کا نام روح رکھنا بہت بڑی غلطی ہے اور یہ باعث مذہب کی حقیقی تعلیم کو نظر انداز وفراموش کردینے کا ہے اور چونکہ مذہب حقیقی کی تجدید مرضی الٰہی کے مطابق محض اسلئے ہوتی ہے کہ دنیا مذہب اور اوس کے متعلقات کی حقیقت سے واقفیت حاصل

کرے تاکہ ذات باریتعالیٰ کا صحیح علم ہو سکے لہذا اس موقع پر حیات و روح کی تشریح نہایت ضروری ہے۔

یورپ کی رائے روح کے متعلق

یورپ میں ایک جماعت مآدیین کی ہے جو روح کے وجود کی قطعی منکر ہے اور اس انکار کا باعث یہ ہے کہ انکے نزدیک دُنیا میں کوئی شے ایسی نہیں ہے جو مجرد عن المادّہ ہو لیکن ہم دلائل قطعیہ سے اوس کی کامل تردید کر چکے ہیں یہاں صرف حیات و روح کا ذکر مقصود ہے۔

حیات کی ابتدا کیونکر ہوتی ہے

حیات کا آغاز اجتماع ذرّات اور ترکیب عناصر سے ہوتا ہے جسکا انحصار خون یا خون جیسے رقیق مادّہ پر ہے اور اس حیات سے دُنیا کا کوئی ذرّہ خالی نہیں جس کے علامات جمادات سے شروع ہو کر نباتات وحیوانات میں ایسے نمایاں ہوتے ہیں کہ جس کو ہر شخص تمیز و شناخت کر سکتا ہی چھوئی موئی میں جس وقت ہاتھ لگایا جائے کمھلا جاتی ہے، کیا غیر ذی حیات میں بھی احساس کا مادّہ ہوتا ہے، اسی طرح کھجور میں نر و مادہ ہوتے ہیں، جب نر کے پھول مادہ پر ڈالے جاتے ہیں تو وہ بار آور ہوتی ہے اور اگر اوس کا درخت پتوں کے خوشہ کے پاس سے کاٹ دیا جائے تو اس تراشنے کا اثر اوس پر ایسا ہی ہوتا

ہے جیسے کسی جاندار کی گردن کاٹ دی جائے۔ امریکہ میں بعض دریاؤں کے
کنارہ پر ایک نہایت چوڑی پتی کا درخت ہوتا ہے جسپر اگر کوئی پرند بیٹھے
تو اوس کی پتی بالکل اسی طرح جانور مندکور کو لیکر بند ہو جاتی ہے جیسے
انسان اپنی مٹھی میں کسی چیز کو پکڑ لے حقیقتہً یہ سب علامتیں حیات کی
ہیں اور جو جو درخت و پودے جانوروں کی نوع سے زیادہ نزدیک ہیں
اون میں حیات کا مآدہ بھی زیادہ ہے یہاں تک کہ یہی حیات ارتقا کی
بدولت جانوروں کی صف سے ترقی کر کے انسان تک پہُنچتی ہے اور
یہی حیات ہے جو انسانی مشین کو چلاتی ہے۔ یہ ایک نہایت آسان
اور عام فہم تعریف و تشریح حیات کی ہے مگر مغرب نے اس سیدہے
سے مسئلہ کے سمجھنے میں قدم قدم پر غلطیاں کی اور ٹھوکریں کھائی ہیں
چنانچہ ایک فلاسفر لکھتا ہے:۔

یورپ کی رائے حیات کے متعلق

”حیات کیا شے ہی؟ ہر شخص کو اسکا علم ہے یا کم از کم حیات کی معمولی اور روشن حالتوں کا
علم ہے۔ اسلئے اکثر یہ خیال ہوتا ہی کہ اسکی صحیح تعریف مشکل نہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ
اسکی تشریح میں بڑے بڑے صاحب فکر و ذکا حیران و سرگردان ہیں“

جو فلاسفر جتنا جلیل القدر اُسی نے اتنی ہی زبردست غلطی اس معاملہ کے سمجھنے

میں کی ہے، ہربرٹ اسپنسر نے علم حیات پر ایک خاص کتاب لکھی اور ایک طولانی بحث کے بعد اپنی طرف سے حیات کی تیسری تعریف بیان کی مگر پھر بھی آخر میں اقرار کرنا پڑا کہ حیات کی کوئی جامع اور مانع تعریف نہیں ہو سکتی۔

واسٹر نے حیات کی نسبت یہ تحریر کیا ہے کہ حیات اُن کیفیتوں کے مجموعہ کا نام ہے جو تمام زندوں میں مشترک ہیں غرض اسی طرح کی مزخرافات سے اپنا عزیز وقت برباد کیا ہے۔

پروفیسر ہیفر کی صدارت میں بمقام ڈنڈی محققینِ علم حیات کا ایک عظیم الشان جلسہ ۱۹۱۲ء میں ہوا جسمیں پروفیسر موصوف نے اپنی پچیس سالہ کوششوں کا نتیجہ بیان کیا اور شروع میں یہ کہا کہ:۔

"میرا اسوقت یہ مقصد نہیں کہ میں آپکا وقت ایسے مسئلہ کے حل کرنے میں صرف کروں جسکے آگے اکابر فلاسفہ نے سپر ڈالدی ہے خصوصاً اس لئے کہ موجودہ تحقیقات سے زندہ اور غیر زندہ مادوں میں بہ نسبت پہلے کے اب بہت کم فرق سمجھا جاتا ہے اسلئے حیات کی جامع اور مانع تعریف اور بھی زیادہ مشکل ہو گئی ہے"۔

یورپ میں ایسے ایسے محققین بھی گذرے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ حیات کسی دوسرے سیارے سے ہماری زمین پر آئی ہے حالانکہ ہمارے کرۂ ارضی کے ہر ذرہ میں نمود حیات کے آثار پائے جاتے ہیں۔

مادیین نے حیات جیسی آسان چیز کے سمجھنے میں جب ایسی غلطیاں کی ہیں تو پھر انکا روح سے انکار کر دینا محل تعجب نہیں۔ افسوس اسکا ہے جیسا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اکثر مذاہب روح و حیات کی حقیقت سے قطعی ناآشنا ہیں۔ بعض نے روح کے دو نام روح حیوانی و روح انسانی رکھدئے ہیں حالانکہ روح صرف انسان ہی کا حصہ ہے اور اسی روح کی بدولت انسان حقیقۃً کُل مخلوقات پر شرف و بزرگی رکھتا ہے ورنہ حیات تو کسی نہ کسی شکل میں جمادات و نباتات اور حیوانات بھی رکھتے ہیں۔ حیات اصل میں ترکیب و امتزاج عناصر سے پیدا ہوتی ہے جس کی بقا پانی یا مایت رکھنے والے مادہ پر منحصر ہے مگر روح ان سب باتوں سے مستغنی ہے۔

مادیین کی فہم و عقل کی رسائی جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں محض مادی اشیاء تک محدود ہے مگر کارخانہ ہستی کا اختتام صرف یہیں تک نہیں ہوتا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مادہ کثیف صورت کے علاوہ لطیف شکل و شمائل میں بھی ہے اور اس لطافت کے بھی مدارج ہیں جسکا انکشاف ابتدا اگر کچھ بھی نہ تھا مگر زمانہ جیسا جیسا ترقی کرتا جاتا ہے حقایق و معارف اور خواص اشیاء کا علم وسیع ہوتا جاتا ہے اور اب یہانتک نوبت پہنچ گئی ہے کہ جن باتوں کو کل تک خلافِ عقل و

قیاس سمجھا جاتا آج اُن ہی کا انکشاف باعث تعجب و صد حیرت ہو رہا ہے۔

روح کا وجود

مادّیت کی ترقی کے دوش بدوش انکار خدا و روح کا عقیدہ بھی رائج ہوتا گیا مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے آئے ہیں جو نہ صرف وجود روح تسلیم کرتے بلکہ یہ بھی یقین رکھتے رہے ہیں کہ انسان روحانی ترقی کے وسیلہ مظہر عجائبات بن سکتا ہے۔ کل تک متوفی انسانوں کی ارواح کو بولانا اور کلام کرنا ایک واہمہ اور شعبدہ بازی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا مگر آج اُن ہی مادّئین کی جماعت میں سے جنہوں نے عملی تحقیقات جب روح کے متعلق کی تو بالآخر اونہیں اُسکا وجود تسلیم کرنا پڑا۔ ڈاروِن کا ہمعصر و ہم پلہ رُسل ویلیس اپنی کتاب عجائبات روح میں لکھتا ہے کہ پیشتر میں دہریہ تھا اور یہ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جب مجھکو روح کا اقرار کرنا پڑے گا، اسی طرح ڈاکٹر سیکس ٹون بھی شروع میں منکر روح وغیرہ تھا اور ایک عرصہ تک اس کوشش میں رہا کہ جو لوگ روحانیت کے قائل ہیں انکی صحیح کیفیت دریافت کرے مگر اس تمام تحقیقات کے نتیجہ میں اوس کو کہنا پڑا کہ میں نے خود اپنے تجربات سے یہ تصدیق کر لیا ہے کہ روح انسان کی موت کے بعد بھی قائم رہتی ہے، اعزا و اقربا اور احباب کی ارواح سے جو مر چکے ہوں باتیں

کیجا سکتی ہیں۔ زول نر کارل دو پرل ہمیس لوپ ، بجے روزا اور
پروفیسر شارل ریشہ وغیرہ وغیرہ یورپ کے مشہور محققین نے تجسس بسیار
کے بعد یہ راے قایم کی کہ عالم ارواح کا وجود ضرور ہے اور اوسکا انکار کسی
طرح صحیح نہیں۔

روح مرنیکے بعد بہی قایم رہتی ہے۔

سکرٹیری کلکتہ فزیکل سوسائٹی نے اپنی ایک چٹھی اخبار امرت بازار پتر کا
میں شائع کرائی تہی جس کا خلاصہ اخبار کیسری لاہور مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۲۳ء
میں صفحہ ۲ پر بالفاظ ذیل درج ہوا تھا:۔

"مسٹر باسو نے انگلستان میں ایک عامل کی وساطت سے اپنی مرحوم فرزند سے بات چیت
کی مگر عام ہندوستانیوں کا اسکی تحقیقات کیلئے انگلستان جانا ایک کار دشوار ہے۔۔۔ لیکن
ہندوستان ایسے اہل کمال سے محروم نہیں۔۔۔۔ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا
کہ واقعی کیا روح بعد موت کے زندہ رہتی ہے اور اگرچہ۔۔۔۔ سر ولیم کروکس
اور سر آلیور لاج جیسے ممتاز و سر برآوردہ عالموں کی تحقیقات سے موت کے بعد روح کا
زندہ رہنا پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہی مگر میرے دلکو اطمینان نہیں ہوتا تہا حتیٰ کہ میری ملاقات
بابو بھوپیندر ناتھ سے ہوئی جنہوں نے ایکروز میری زوجہ کی روح کو میری موجودگی میں کمرہ میں بولایا
اور اسکی وفات کے صحیح حالات وغیرہ میری ہر ایک سوال کے متعلق روح مذکور سے دریافت کرکے بتائے"

غالباً اِن حالات کے پڑھنے کے بعد روح کے وجود سے انکار کرنیکی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی مگر چونکہ مذکورہ بالا امور محض دوسرونکی تحقیقات کا نتیجہ ہیں اس لئے چند تمثیلیں اور تحریر کیجاتی ہیں جو ثبوت قطعی بقاے روح کا ہیں اور جنسے ہر شخص کی تسکین خاطر ممکن ہے۔

روح کے وجود کے دلائل

خداے عزّ وجل نے بظاہر صرف آنکھ ہی کو ذریعہ بصارت بنایا اور صرف اسی کی امداد سے دیکھنا ممکن ہے مگر بسا اوقات عالم خواب میں جب دونوں آنکھیں بند ہوتی ہیں ہم اپنے احباب سے ملاقات اور اکثر مقامات کی سیر کرتے ہیں، ممکن ہے کہ اسکا یہ جواب دیا جائے کہ تصورات دماغ نیم خوابی حالت میں سامنے آتے ہیں مگر شاید ایسے معترضین کو یہ نہیں معلوم کہ بحالتِ نیم خوابی دماغ کا فعل صحیح نہیں ہوتا اور جب عدم صحتِ دماغ میں آنکھیں بند کر کے ہم مثل بیداری کے دیکھتے ہیں تو پھر صحتِ دماغ کی حالت میں یعنی جاگتے ہوئے کیوں آنکھیں بند کر کے نہیں دیکھ سکتے، کیا کوئی قوت ایسی بتائی جا سکتی ہے کہ نقص پیدا ہونے پر صحت کی حالت سے بہی بہتر ترقی کر جاتی ہو۔ کیا کوئی شخص لنگڑا ہونے کی وجہ سے اور زیادہ تیز چل سکتا ہے، نیز

ایک پختہ کار شخص کی نسبت ممکن ہے کہ یہ کہنا کسی حد تک درست ہو کہ اُسکا دماغ طرح طرح کے تصورات کا مرقع ہوتا ہے مگر ایک نوزائیدہ بچہ جس کو دنیا میں قدم رکھے ہوئے صرف گھنٹے دو گھنٹے سے زیادہ نہیں گذرے پیدا ہونیکے کچھ ہی عرصہ کے بعد حالت خواب میں مُسکراتا اور بسا اوقات قہقہہ مار کر ہنستا ہے اب اس بچہ کو حالت بیداری میں ہنسانے کی کامل کوشش کرو بہتر سے بہتر کھیل تماشہ اوسکو دکھایا جائے وہ ہرگز نہ مُسکرائے گا ، اس موقع پر یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ جو بچے پیدائشی نابینا ہوتے ہیں اون پر بھی یہ کیفیت طاری ہوتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب ہَوا میں کسی صدمہ سے تموج پیدا ہو اور کان کے پردہ پر مس کرے تو آواز سُنائی دیتی ہے ، مگر سونے کی حالت میں ہم اکثر آوازیں سُنتے ہیں تو یہ بتایا جائے کہ ہَوا میں کون سی حرکت اور کس سبب سے پیدا ہوتی ہے جو کان کے پردہ تک اثر کرتی اور قوت سامعہ اوس کو سُنتی ہے ، اشکال کا تصور کیا جا سکتا ہے ، آواز کی کوئی شکل نہیں لہذا اوس کا بحالتِ نیم خوابی دماغ میں آنا کیسا ؟ اس پر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ جن اشخاص کی آوازیں ہمارے ذہن میں ہوتی وہی ہمکو سُنائی

دیتی ہیں مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ رات کا سنّاٹا ہے، کمرہ خالی ہے، تنہا سوتے ہیں، بات کرنے والا نہیں معلوم ہوتا اور ایسی آواز سنائی دیتی ہے کہ جس سے کان کبھی آشنا نہ تھے اصل میں یہ سب روحانی مظاہرات ہیں اور جب انسان خدا کے ساتھ ایک واسطہ پیدا کر لیتا ہے اور اوس کی روحی آنکھیں اور کان کھل جاتے ہیں تو وہ اپنی روح کی آنکھوں سے غیر مادّی چیزوں کا ادراک کرتا ہے۔

روح امر خداوندی ہے اور انسان کو یہ قوت محض اس لئے عطا کی گئی ہے کہ وہ اسکے ذریعہ خدا تک رسائی حاصل کر سکے، یا یوں کہنا چاہیئے کہ انسان جس طرح جسم عنصری رکھتا ہے اسی طرح اسکا ایک جسم مثالی بھی ہے اور جس طرح حیات جسم عنصری کا جزو لازمی ہے اسی طرح جسم مثالی سے روح کا تعلق ہے، مگر حیات کے خاتمہ پر جسم عنصری برباد ہو جاتا اور جسم مثالی بقائے روح کی وجہ سے ہمیشہ قایم رہتا ہے۔ اگر انسان خدا کے ساتھ واسطہ پیدا کرے اور عشق الٰہی سے اپنی روحانیت اس پایہ پر پہنچا دے کہ اوس معبود حقیقی کا وصل میسر ہو جائے تو روح کو

بقائے دوام حاصل ہو جاتی ہی اور اسی نکتہ پر پہنچکر حافظ نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

روح کا ارتقا

مادّہ کا ارتقا انسان پر آکر ختم ہو جاتا ہے یعنی مادّہ کی انتہائے ترقی کا نام انسان ہے مگر انسان کی تکمیل دراصل اوس روح سے ہوتی ہے جو قدرت نے خاص طور پر انسان کو ودیعت کی ہے اور جسکا روشن و بیّن نمونہ قوتِ گویائی ہے، چونکہ مادّہ کا دور ارتقا انسان پر آکر ختم ہو چکتا ہی اس لئے اسکے بعد سے ارتقائے روحی شروع ہوتا ہے، جسکا انحصار انسانی سعی و کوشش پر ہے، اگر وہ اعمال کئے جائیں جن سے روح میں تصفیہ و قوت حاصل ہو تو ایسے انسان کی روحانی قوت دیگر انسانوں سے بہتر ہو جاتی ہے اور اگر اس سے زیادہ مجاہدہ نفس کیا جائے تو خدا سے تقرب حاصل ہو جاتا ہی، یہانتک کہ رفتہ رفتہ مقربین سے بھی زیادہ مقرب ہو جاتا ہی اور رشی، مہاتما، اوتار، نبی اور رسول بھی ان ہی میں سے ہیں جو اپنی روحانی ترقی کے باعث خدا سے حقایق و معارف اور احکام حاصل کرکے اکثر دُنیا کی نجات و بہبودی اور راہ راست پر لانے کا باعث ہوتے ہیں

الہام اور وحی کی حقیقت

جس کو عام اصطلاح میں الہام و وحی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہی حقیقۃً یہ روحی ارتقا کی حد ہے۔

مذہب کی حقیقت
اور
اوس کی خاص غرض

مذہب اصل میں اُس راستہ کا نام ہے جسپر چلکر انسان کی رسائی خدا تک ہو جاتی ہے مگر انسانوں نے مذہب جیسی چیز کو طرح طرح کی فروعات اور عجیب و غریب عقائد کا مجموعہ بنا دیا ہے۔ ایک ایسے شخص کو جو عشق حقیقی رکھتا ہو دین کے آئین کی پابندیوں اور قیود کو دیکھکر یا تو اُسکی رسائی اُس ذات حقیقی تک محال ہو جاتی ہے یا وہ انھیں مبتلا ہو کر اُن ہی کا ہو رہتا ہے۔ خدائے بزرگ نے اپنے خاص بندوں کے ذریعہ سے ہر زمانہ اور قوم میں ایک مذہب ہی کی پیروی سے اپنے تک پہنچنے کی تعلیم و تلقین کی ہی جسطرح انسان کی زبان ایک تھی مگر علیحدہ علیحدہ ممالک میں سکونت اختیار کرنے اور ضروریات زندگی کے مختلف ہونیکی وجہ سے سینکڑوں زبانیں ایکدوسرے سے جداگانہ قایم ہو گئیں حتی کہ ایک زبان کا ماہر دوسری کے سمجھنے سے عاجز ہی۔ یہی حالت حضرت انسان

نے اس سید ہے اور بلا تصنع راستہ کی جس پر چلکر معبود حقیقی تک رسائی ہوتی ہے کر دی۔

متعدد مذاہب اور فرقے کیونکر قایم ہوئے۔

ہر ملک ہر قوم ہر فرقہ کی ضروریات میں کم و بیش اختلاف ہوتا ہو اور یہی اختلاف جب اصول مذہب میں پیدا ہوا تو مختلف مذاہب اور فرقوں کی بنیاد پڑ گئی۔ آج جو بڑی سے بڑی بدعت کسی مذہب میں نظر آتی ہے وہ پانچہزار برس اور اس سے بھی قبل موجودہ شکل و شمایل میں نہ تھی۔ سب سے بڑا لطف یہ ہے کہ انسان ان اختراعات پر شرماتا نہیں بلکہ عدم واقفیت سے دوسرے مذاہب پر طنز و تشنیع کرتا اور یہ کہتا ہے کہ سوائے میرے مذہب کے دیگر باطل ہیں اور خدا تک رسائی کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے تو وہ میرا ہی مذہب ہے۔ حالانکہ اصلیت یہ ہے کہ جس طرح خدا واحد ہے اسی طرح معرفت الٰہی کا ذریعہ بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔

ہر قوم میں مصلح آئے ہیں۔

ایک مذہب میں سینکڑوں فرقے ہر مذہب کی شریعت جداگانہ اور ہر مذہب منجانب اللہ ہونیکا مدعی۔ آخر یہ اختلاف کیوں ہے کیا اسلئے کہ سب مذاہب باطل ہیں بجز کسی ایک خاص مذہب کے ؟ مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ جب ہر قوم و ملک میں ہادی و مصلح آئے ہیں تو کوئی مذہب باطل نہیں۔

مذہب کے اصلی معنی ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر مذہب قریب قریب خدارسی کا ایک ہی ذریعہ بتاتا ہے۔ گو بادی النظر میں اگر کوئی اختلاف معلوم ہوتا ہے تو وہ امتداد زمانہ اور انسانی اختراع کا باعث ہے۔ رسم و رواج تمدن و معاشرت کا اختلاف کوئی حقیقت نہیں رکھتا، آج جو مراسم پسندیدہ ہیں، کل تک ناپسندیدہ تھے، سابق میں جو تہذیب مقبول تھی آج مردود ہے، جس معاشرت پر آج ہم بیٹھے ہوئے ہیں ممکن ہے کہ وہ کل باعث متنفر ہو جائے۔ جو تمدن ایک ملک میں بنظر صواب دیکھا جاتا ہے دوسرے ملک میں وہی داخل عیب ہے غرض ان باتوں کا تعلق مذہب سے کچھ نہیں۔ جو مذہب یہ کہتا ہے کہ میری تہذیب معاشرت اور تمدن آسمانی ہے وہ غلطی کرتا ہے، مذہب کا منشا صرف اسی قدر ہے کہ وہ انسان کو روحانی ترقی کی تعلیم دیکر اس قابل بنا دے کہ قربت خداوندی حاصل ہو جائے یعنی روح میں وہ لطافت و پاکیزگی پیدا ہو کہ مقربین اور دیوتاؤں کی صف سے گذر کر ذات الہی میں متوصل ہو جائے۔

ہر مذہب پر غور کر جاؤ اور دنیا کے گوشہ گوشہ پر نظر ڈالو اور یہ دیکھو کہ کتنے ہیں جو معرفت الہی کے بحر بے پایاں میں ڈوبے ہوئے ہیں کوئی مذہب اگر

اخلاق کی تعلیم دیتا ہے تو اسکی وجہ سے انسان صاحب اخلاق نہیں ہو جاتا بلکہ معدنِ اخلاق صرف وہی ذاتِ ستودہ صفات ہے جس سرچشمہ سے اخلاق کی بنیاد پڑتی ہے۔ انسان جب معرفتِ الٰہی سے واقف اور واصل الی الحق ہو جاتا ہے تو پھر جامع اخلاق بنجاتا ہے۔

موجودہ مذاہب کی تعلیم

انسان آخر اسقدر کیوں پنبہ بگوش ہے کہ مذہب کی حقیقی آواز پر مطلق التفات نہیں کرتا، اسکا باعث یہ ہے کہ مذہب کو نہایت ہی دقیق پیچیدہ اور مغلق بنادیا گیا ہے، مذہب صرف اسلئے تھا کہ انسان خدا کو پہچانے مگر اب مذہب کے یہ معنی سمجھے جاتے ہیں کہ تمدن و معاشرت نظم و سیاست بھی اصول مذہب ہیں، حالانکہ یہ سب فروعات میں سے ہیں جنکا تعلق اصول مذہب سے کچھ بھی نہیں۔ انسان جب خدا کو پہچان جاتا ہے تو دنیا اور عاقبت دونوں درست ہو جاتی ہیں کیونکہ جو انسان خدا پر کامل بھروسہ کرتا ہے وہ اُسکی مناسب ضروریات کیلئے کافی ہو جاتا ہے اور خدا پر بھروسہ وہی کرتا ہے جو اُسکی ذات پر کامل ایمان رکھتا ہوا اور یہ صفت انسان میں اُسوقت پیدا ہوتی ہے جب خدا کی ہستی میں یقین مکمل ہو جاتا ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ تمام بدی بُرائی سے

پاک صاف ہوکر محبت و اخلاق کا مجموعہ بنجاتا ہے، وہ اپنے اخلاق پسندیدہ اور صفات حمیدہ کی بدولت انسانی قلوب پر حکومت کرنے لگتا ہے اور اپنے ابنائے جنس کی نظروں میں ممتاز و بزرگ ہوجاتا ہے اور عام لوگوں پر اوس کی عظمت و ہیبت طاری ہوجاتی ہے اور یہ وہ صفات ملکوتی ہیں جو محبت الٰہی سے انسان میں رونما ہوتے ہیں مگر افسوس مذہب جس کی بنا خداشناسی تھی آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام اخلاقی برائیوں کا معدن ہورہا ہے۔ بغض و عداوت طرح طرح کے فسادات مذہبی تعصب باہمی منافرت سے ایکدوسرے پر ظلم و تعدی وغیرہ جملہ باتیں مذہب ہی کا طفیل ہیں۔ کیا خدا نے دُنیا میں مذہب اسی لئے بھیجا تھا کہ انسان کی حالت بہائم سے بدتر ہوجائے؟

ہم اوپر تحریر کرچکے ہیں کہ مذہب کی علت غائی خداشناسی ہے اور جو کچھ عیوب و نقائص نظر آتے ہیں یہ سب انسانی اختراع و ایجاد ہے۔ اگر مذہب اپنی اصلی حالت پر قایم رہتا اور اسُ میں کسی قسم کی آمیزش نہ کیجاتی تو آج یقیناً دُنیا میں اس قدر بغض و عداوت نفرت و کدورت کی گرم بازاری نہ ہوتی اور نہ گھر گھر فرقہ بندیاں اور عقیدہ کا اختلاف

نظر نہ آتا۔

موجودہ مذاہب میں انسان پرستی جزو لازمی ہے۔

خدا کی وحدانیت کے دوش بدوش حضرت انسان نے آدم پرستی کا بھی سلسلہ قایم کر دیا اور ہادیانِ مذہب پر عقیدہ رکھنا ایسا لازمی ہو گیا کہ مذہب کا نام توحید باریتعالیٰ نہیں بلکہ مذہب کا نام بانی مذہب میں عقیدہ رکھنے کا ہے، کوئی شخص کیسا ہی موحد اور ذات خداوندی میں کتنا ہی واصل ہو مگر اُسکی کسی مذہب میں اُسوقت تک کچھ بھی وقعت و عزت نہو گی جبتک کہ وہ کسی خاص رشی یا رسول کا اتباع کرنیوالا نہ ہو۔

پھر کیا ایسے حالات میں ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ انسان نے سرے سے مذہب کا منشا اور اُسکی علت غائی ہی کو صحیح طور پر نہیں سمجھا، ہر مذہب کا اصل اصول اگر آج وحدانیت ہوتا تو دنیا میں کسی مذہب کے درمیان کوئی بھی فرق نہوتا اور ہر انسان ایک ہی وحدت کے رشتہ میں منسلک ہو کر مختلف اقوام و ادیان کے ہمراہ شانہ بشانہ درگاہ خداوندی میں سربسجود ہوتا اور ہر انسان غیر مذہب والے کو اپنا بھائی سمجھتا۔ مگر افسوس کہ جو مذہب انسانوں کے درمیان سے اختلاف مٹانے آیا تھا آج وہی وجہ اختلاف ہو رہا ہے۔

مذہب عیسوی

کیا یہ ہر شخص نہیں جانتا کہ حضرت عیسیٰ۔ ابن مریم تھے مسیح نے بارہا کہا

کہ میں ابنِ آدم ہوں، مگر یہ انسان پرستی ہی کا نتیجہ ہے کہ اوسکو خدا اور خدا کا بیٹا بنایا گیا۔ جو شخص اسکے خلاف ہو خواہ وہ کیسا ہی راسخ العقیدہ موحد کیوں نہو عیسائیت کی صف سے خارج ہے۔ ہر مسلمان مذہبا مجبور ہے کہ وہ مسیح کی نبوت کا اقرار بالقلب و اللسان کرے لیکن آجتک مسیحیت اور اسلام میں محض اس لئے جنگ ہے کہ مسلمان عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں سمجھتے۔

مذہب اسلام

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جس اسلام کی اشاعت ہوئی اوسکا آغاز ایسے زمانہ اور وقت سے ہوتا ہے جب عرب میں وحدانیت شرک سے مغلوب ہو چکی تھی۔ انسانوں کی حالت اسدرجہ تنزل پذیر ہو گئی تھی کہ انسان کے لفظ کا اطلاق اہل عرب پر اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہو گیا تھا چنانچہ قانونِ قدرت کے مطابق جب دنیا والے انتہائے پستی کو پہنچ جاتے ہیں تو اونکی اصلاح کیلئے خدا کی جانب سے خاص انسان مامور ہوتے ہیں حضرت محمد صلعم نے وحدانیت کی تبلیغ شروع کی، انسان کے آخر کا منشا دراصل توحید پرستی ہے اور یہ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ عرب سے مشرکانہ مراسم نیست و نابود ہو گئی۔ انگریز موزخین نے بہی اسلام کو بہترین وحدانیت پرست مذہب تحریر کیا ہی مگر یہ مذہب بہی انسان پرستی سے خالی نہیں رہا جیسا کہ مولوی

ثناءاللہ جو مسلمانوں میں ممتاز پایہ رکھتے ہیں فرقہ احناف کے متعلق جو اسلام کا جزو اعظم ہے تحریر فرماتے ہیں۔

"عام طور پر ملکی رسومات کا مجموعہ بن رہا ہے مثلاً گیارہویں کرنا۔ مولود کرنا ختمات پڑھنا۔ وظیفہ پڑھنا قبروں پر عرس کرنا۔ آنحضرت صلعم کو عالم الغیب جاننا۔ ظہر احتیاطی پڑھنا۔ قبروں کو سجدے کرنا۔ اولیاء اللہ سے امداد چاہنا۔ خدا اور رسول میں فرق نہ جاننا"

(ماخوذ از اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۳ء)

خدا کے ساتھ ساتھ اتباع رسول مذہب کا جزو اعظم قرار دیدیا گیا ہے حالانکہ مذہب اسلام کی بنیاد محض توحید پر ہے۔ اگر کہیں کہیں قرآن میں اتباع رسول کا بھی ذکر ہے تو وہ محض اقرار رسالت کی غرض سے ہے اور وہ اقرار صرف اسلئے ہے کہ انسان خدا کے مامور کی تکذیب نکرے تاکہ انسانوں میں اختلاف ہو کر فرقہ بندیاں نہوں اور اصل میں مذہب کی غرض بھی یہی ہے کہ جملہ انسان وحدانیت کی زنجیر سے جکڑ بند ہو جائیں چنانچہ دنیا میں آج جو انسان خالص موحد ہیں وہ کبھی بانیان مذاہب کی توہین و تکذیب نہیں کرتے ہیں، اسلام نے باوجودیکہ بہت بڑی بلند آہنگی سے کہا ہے کہ خدا نے ہر قوم میں ہادی بھیجے ہیں اور انکے باہم کوئی فرق نہیں مگر مسلمان اونکے درمیان نہ صرف تفریق کرتے ہیں بلکہ جو موحد اُنکے پیرو ہیں اُنکو

بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور اس عقیدہ نے یہانتک ترقی
کی ہے کہ خود اسلام کے مختلف فرقوںنیں بھی زبردست اختلاف ہی اور ایک فرقہ
دوسرے فرقہ کو دائرہ اسلام سی خارج سمجھتا ہی کیا اسلام انسان پرستی کیلئے آیا تھا؟ اس کا
جواب بجز نفی کے غالباً کوئی مسلمان اثبات میں نہ دے گا۔

سناتن پراچین ویدک مذہب

قبل اسکے کہ ویدانت مذہب پر کچھ لکھا جائے یہ بتا دینا نہایت ضروری
ہے کہ ویدانت مذہب کیا ہے؟ اصل میں اس مذہب کا مقصد یہ تھا کہ
ذات باریتعالیٰ میں انسان خود کو فنا کردے تاکہ خدا اور انسان کی روح
میں کوئی تفاوت نہ رہے نیز مذہب مذکور کا یہ بھی اصول تھا کہ کوئی
ذی حیات اوس کے احاطہ سے باہر نہیں۔ یعنی سب کچھ اُسکی
ذات میں ہے اور قومی تفرقہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ ویدانت مذہب
چونکہ مشرق میں نہایت قدیم مذہب سمجھا جاتا ہے لہذا اوس کی
قدامت پر انسانی دستبرد اور اختراع کا اثر سب سے زیادہ ہوا
اور کچھ ایسا نقشہ تیار ہو گیا کہ اصل سے خط وخال میں کوئی مشابہت
ہی نہیں رہی۔ اگر آج کوئی انسان ویدانت کی تعلیم کے مطابق
موحد ہو اور وہ سب انسانوں کو مثل بھائی کے سمجھتا ہو تو اوس کی

گنجائش ہندو مذہب کے کسی فرقہ میں نہیں۔

موجودہ سناتن دہرم

ہندو مذہب کے متعلق اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں سوائے بت پرستی کے کچھہ نہیں ہے مگر ایسے معترضین نے شاید کبھی اس کا خیال بھی نہیں کیا کہ مذہب مذکور میں اگر محض بت پرستی تھی تو پھر ایشور پرماتما برہم وغیرہ الفاظ جو صرف ذات باری تعالیٰ ہی کیلئے مستعمل ہیں کہاں سے آتے؟ بلکہ اگر ہندو مذہب میں توحید کی کچھہ حقیقت نہ ہوتی تو ان الفاظ کا وجود ہی نہ ہوتا، الفاظ مذکور دلیل ہیں اس بات کی کہ ہندو مذہب میں وحدانیت کی تعلیم بالضرور ہے۔

ویدانتیوں کے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ ہر ذرہ و شجر و حجر ذی حیات اور غیر ذی حیات میں خدا کا جلوہ موجود ہے اور کوئی شے اس سے خالی نہیں، اگر چشم بصیرت ہو تو انسان اوسکے درشن کر سکتا ہے جن مہاتماؤں کی روحانیت درجہ تکمیل پر پہونچ گئی تہی اونکو سوائے معبود حقیقی کے اور کچھہ نظر نہ آتا تھا، اُنہوں نے ہر چیز میں خدا کو پایا اور مبتدیوں کے واسطے اصنام کے ذریعہ خدا رسی کی ابجد تیار کی۔

صوفیہ کے یہاں یہ مسئلہ ہے کہ عشق مجازی سے عشق حقیقی کی ابتدا ہوتی ہے، بالکل اسیطرح اصنام پرستی کی بھی مثال ہے، کوئی ہندو کسی بت کو ہرگز خدا نہیں سمجھتا مگر ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس اصول نے نااہلوں کے ہاتھ میں پڑکر ایسی صورت اختیار کی ہے کہ آج تمام دُنیا بت پرستی پر خندہ زن ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ ذات پات اور چھوا چھات کی قیود نے خداشناسی اور خدارسی سے کوسوں دور کردیا حتیٰ کہ موحد کی گنجائش مذہب مذکور میں نہیں رہی ہے۔

دُنیا کے بڑے بڑے مذاہب کا تذکرہ ہمنے نہایت مختصر الفاظ میں کردیا اور یہی کیفیت جملہ مذاہب کی ہے کہ مذہب کی اصلی غرض یعنی خداشناسی کو بالکل ترک کردیا ہے۔

اب ہم تمام دُنیا کے مذاہب کو دعوت الی الحق دیتے ہوئے اُس مذہب کیطرف بُلاتے ہیں جو انسان کو خدا تک پہنچادے۔ یہ وہ مذہب نہیں کہ جس میں کسی خاص قوم یا فرقہ کی شرط ہو۔ اس مذہب کا منشا خالصۃً محبت الٰہی ہے۔ میں دنیا میں کوئی خاص شریعت لیکر نہیں آیا ہوں اور نہ صرف تنہا شریعت ہی قربت خداوندی کیلئے کافی ہے بلکہ جزو اعلیٰ

محبت الہی ہے، اگر دل اس سے خالی ہو تو اوس کی مثال ایسی ہے جیسے
تاریک آئینہ جو محض نام کا آئینہ ہے۔ کیسا ہی زبردست عامل شریعت
ہو، اپنے مذہب کے مطابق عبادت بھی کرتا ہو مگر خانۂ دلمیں تفکرات
دنیاوی کے ہجوم سے اگر محبت الہی کی گنجایش نہ رہی ہو تو تمام عبادتیں
ریاضتیں اور شریعتیں بیکار ہیں۔ شریعت اصل میں نظام دنیا
کا نام ہے جس کو نزدیکیٔ خدا سے کچھہ سروکار نہیں، اگر غور کیا جائے تو
بہت جلد یہ ذہن نشین ہوجاتا ہے کہ تمام کارخانۂ عالم کا دارو مدار
اسی ایک محبت پر ہے۔ محبت کے حقیقی معنی کشش کے ہیں اور
جس کا نتیجہ اتصال ہے اگر ذرات میں خدا کشش اتصال نہ عطا
فرماتا تو یہ عالم ہی وجود میں نہ آتا۔ یہی میلان یعنی محبت ہے جسکی وجہ
سے ایک ذرّہ دوسرے ذرہ سے متحد ہو کر سعی تولید کرتا ہے اصل میں
کائنات عالم کا دور عشق سے لبریز ہے، ہر شے دوسری شے کیطرف
نہایت سرعت سے مائل ہے جس کے نتائج موت حیات ہیں۔ اگر
یہ میلان یعنی محبت نہ ہوتی تو جمادات میں نباتاتی صفات کا آغاز نہ
ہوتا حتیٰ کہ روح کا میلان بھی جسم سے نہ ہوتا۔

شریعت اور اوسکی حقیقت

شریعت یا یادوستھا

شریعت یا ودوستھا معاملات دینی اور دنیوی میں خدا کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق پیروی کرنیکا نام ہے. کتاب ہذا میں متعدد جگہ یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ میں دنیا میں کوئی نئی شریعت یا ودوستھا لیکر نہیں آیا اسلئے ضرورت ہے کہ یہاں پر شریعت کی پوری پوری توضیح کردیجائے اور یہ سمجھا دیا جائے کہ میرا کسی جدید شریعت کے نہ لانے سے کیا مطلب ہے؟

ممکن ہے کہ معترضین اوس طریقہ پر جو میں نے خداشناسی کا الہام الٰہی کے ذریعہ بیان کیا اعتراض کریں اور یہ کہیں کہ جب ایک جدید طریقہ عبادت ظاہر کیا ہے تو پہلی شریعتوں کی تنسیخ اور جدید شریعت کی تعلیم ثابت ہوتی ہے، مگر کتاب ہذا میں نہایت واضح طور پر یہ ثابت کردیا گیا ہے کہ حقیقۃً صحیح طریق عبادت کیا ہے اور ابتدائے آفرینش سے یہی ایک واحد ذریعہ ہر ملت ومذہب میں رضائے مولا اور قربت خداوندی کا ہے اس کی بجا آوری کی اگر ممانعت کی جاتی تو ضرور انفساخ شریعت لازم آتا اور اوس

وقت معترض کا اعتراض صحیح ہو سکتا تھا۔

شریعت کی دو شاخیں

یہ امر واقعہ ہے کہ شریعت کی صحیح تعریف کرنے اور اُسکے حقیقی مفہوم کے سمجھنے میں دنیا عرصہ سے غلطی کرتی رہی ہے اور یہی سبب ہے کہ شریعت کی دو شاخیں قائم کر کے ایک کو دین اور دوسری کو دنیا کے نام سے موسوم کیا۔ اور پیروان مذہب ان دونوں سے یہ کام لیتے رہے ہیں کہ ایک کو ذریعہ نجات ٹھہرایا ہے اور دوسری سے دُنیاوی معاملات کا نظم درست کیا اور اس موخرالذکر کو بھی ارکان مذہب کا جزو لازمی قرار دیا تاکہ کسی انسان کی یہ ہمت نہ ہو کہ مذہب کی پیروی کرتے ہوئے دنیاوی شریعت کے کسی اصول سے انحراف و چشم پوشی کر سکے نیز اکثر مذہبی بندشوں کی نہ پیروی کرنے کی پاداش میں علاوہ عذاب آسمانی کے دیگر سزائیں بھی مقرر کی گئی ہیں تاکہ مذہبی اور اخلاقی دباؤ کے ساتھ ساتھ سیاست سے بھی اتباع مذہب میں کام لیا جائے مثلاً ایک موقع پر وید کے پڑھنے اور سُننے سے شودر کو ممانعت کی گئی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ اگر شودر اس کی خلاف ورزی کرے تو اوس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالدیا جائے یا اسی طرح اگر کوئی مسلمان

افعال شنیعہ کا مرتکب ہو تو علاوہ عذاب الہی کے اُسکے لئے شرع محمدی ؐ میں عقوبت و تعزیر بیان کی گئی ہے۔

اِس موقع پر یہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ مذہبی سیاست کا دارومدار مذہب کی سلطنت کی بقا پر موقوف ہے اور کسی مذہب کے اِس قسم کے احکام کا اتباع اوسوقت تک ممکن نہیں جب تک اُس مذہب کو شاہانہ اختیارات حاصل نہ ہوں۔ کیا کوئی مذہب ان باتوں کے باوجود یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ تمام دُنیا کے واسطے ہے؟ اور اوسکے اوامر و نواہی کی پابندی شاہانہ اور غیر شاہانہ اختیار رکھتے ہوئے بھی دونوں حالتوں میں یکساں کرائی جاسکتی ہے اور ہر شخص دونوں حالتوں میں یکساں طریق پر مذہبی شریعت کے ملنے مجبور کیا جاسکتا ہے؟ اگر کوئی انسان اِس قسم کا دعویٰ کرتا ہے تو اوس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ اوس کے مذہب کی بادشاہت تمام دُنیا میں پھیل سکتی ہے اور کیا ایسا ہونا قانون فطرت اور سنت الہی کے مطابق ہے اور کیا زمانہ کی آنکھ نے صفحہ ہستی کے قیام سے اب تک یہ تماشہ کبھی دیکھا ہے؟ غالباً اِس کا جواب بجز نفی

کے اور کچھہ نہیں ہو سکتا۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ مذہبی ارکان میں دُنیادی شریعت کی پوری پوری پابندی بغیر سلطنت کی سیاست کے نہیں ہو سکتی اور یہی سبب ہے کہ دُنیا میں آجتک جتنے مذاہب قایم ہوئے اُنکی تبلیغ واشاعت کے ساتھ ساتھ حکومت کی بھی سعی وجہد کیگئی اور اس طرح سے مذہب کے نام پر بندگان خدا کے خون سے زمین رنگی گئی، اسلام میں مومنین سے خدا کا وعدہ سلطنت کرنا بھی یہی معنی رکھتا ہے کہ کسی مذہب کی شریعت جب تک کہ اُس مذہب نے سیاسی قوت حاصل نہ کرلی ہو بزور نافذ نہیں کی جا سکتی۔

ہم اسوقت جو کچھہ تحریر کر رہے ہیں کسی مذہب پر کوئی حملہ واعتراض نہیں بلکہ ایک امر واقعہ ہے اور غالباً اِسکے قبول کرنے میں ہمارے نزدیک کسی کو کچھہ بھی تامل نہیں کرنا چاہیئے گو یہ کہا جا سکتا ہے کہ دُنیا کی ہر اک مہذب گورنمنٹ نے اپنے ممالک محروسہ میں رعایا کے اکثر مذہبی قوانین کو تسلیم کیا ہے اور اون پر عدالتوں میں عملدرآمد بھی ہوتا ہے مگر یہ جملہ قوانین سول لاز ہیں جنکو مذہب کے تعزیری احکام سے کوئی واسطہ نہیں۔ مذہب کے تعزیری احکام

توحکومت ہی میں جاری کئے جاتے ہیں۔ اگر میں منجانب اللہ کوئی شریعت لاتا تو اُسکے یہ معنی تھے کہ گویا میں مذہب حقیقی کے لئے سلطنت کا پیغام لیکر آیا ہوں اور آج نہیں تو کل ضرور محض نفاذ شریعت اور احکام دین کی بجاآوری کیلئے کسی سلطنت کی بھی بنیاد ڈالتا۔ پس میں تمام دُنیا کو اعلان دیتا ہوں کہ میں اون کے واسطے صلح و امن کا سفید علم لیکر آیا اور تمام دُنیا کو عشق حقیقی اور محبت الٰہی کا مژدہ سنانے والا ہوں اور چونکہ میں دُنیا میں فتنہ و فساد کیلئے نہیں بلکہ صلح وآشتی کیلئے آیا ہوں اسلئے میں حامل شریعت جدید نہیں۔

شریعت سلطنت کی مترادف ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے غالباً نہایت اچھی طرح واضح ہو گیا ہے کہ شریعت دُنیوی کے مترادف سلطنت بھی ہے اور یہی باعث ہے کہ دُنیا میں جس جس مذہب نے شریعت کا دعویٰ کیا اُسنے اپنے مذہب کی ترقی کے ساتھ اپنی سلطنت کی بھی بنیاد ڈالی اور گویا یہی وہ مقام ہے جہاں سے مذہب کے نام پر جنگ جدل، قتل و غارتگری کا آغاز ہوتا ہے۔

اب ہم اس موقع پر یہ بھی ظاہر کر دینا نہایت ضروری سمجھتے ہیں کہ شریعت کی حقیقت کیا ہے؟ اگرچہ کتاب ہذا میں بعض مقامات پر

شریعت کی تاریخ

اسکے متعلق کچھہ تحریر کیا گیا ہے مگر وہ بالتفصیل نہیں اور ہنوز تشریح طلب ہے، اگر کسی شخص کو شریعت کا راز دریافت کرنا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ وہ اسکی تاریخ پر غور کرے اور پہر جیسی جیسی تبدیلیاں وقتاً فوقتاً ہوتی گئیں اُنپر نظر رکھے بالآخر ضرور وہ اِس نتیجہ پر پہونچے گا کہ شریعت قانون الٰہی نہیں ہے کہ جس میں کسی تبدیلی کا ہونا ناممکنات سے ہو، ابتدائے آفرینش میں جو شریعت تہی زمانہ وسطی میں اُس کا پتہ نہیں ملتا اور دور مذکور کی شریعت اسلام کے آغاز سے قبل فنا ہو کر موجودہ شکل و شمائل میں پیدا ہوتی ہے۔

ہمارے نزدیک شریعت کا آغاز پیدائش آدم یا برہما سے ہوتا ہے جس کی اولاد میں سلسلۂ مناکحت بلا کسی شرط و قید کے جاری ہوا۔ اب اگر اُس ابتدائی شریعت کا موجودہ شریعت و شاستر سے تقابل کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے الغرض یہی کیفیت شریعت کی تمام شاخوں کی ہے اور اس میں ہمیشہ تبدیلی انسانی ترقی کے ساتھ ساتھ ہوتی رہی ہے، اگر دُنیاوی شریعت انسانی ایجاد و اختراع کا نتیجہ نہ ہوتی تو وہ ہر زمانہ میں

یکساں رہتی؟

ممکن ہے کہ اسکے جواب میں یہ کہا جائے کہ بحالت مجبوری شریعت، دینی ہو یا دنیوی اُسکا ترک قابل اعتراض نہیں رہتا اور اگر کوئی ایسا بیمار جو بستر مرگ پر پڑا ہو اور اس کی شفا کسی ایسی دوا سے ممکن ہو جو مذہبًا ممنوع ہو تو اس نہی کا ترک کسی مذہب میں کوئی گناہ نہیں. حقیقۃً یہ جواب اگر ایک انسان ضعیف البنیان کی نسبت دیا جائے تو نہایت صحیح ہے اور پھر اس پر کوئی اعتراض نہیں مگر یہاں انسان کا ذکر نہیں - بلکہ ایک ایسی بزرگ ہستی کا تذکرہ ہے جو تمام عالم کی خالق اور جس کے اشارہ سے ہر جنس و شے عالم وجود میں آئی اور جو سب پر قادر ہے لہذا خدا اگر کوئی شریعت قایم کرتا تو وہ بھی مثل دیگر قوانین فطرت کے مکمل ہوتی، وہ مثل آدم و برہما کے ابتداے آفرینش میں لاتعداد آدم و برہما پیدا کر سکتا تھا تا کہ جو شریعت زمانہ وسطیٰ و اُخریٰ میں جاری ہوئی ابتدا ہی سے قابل پابندی ہوتی اور اولاد آدم کو ضرورت نہ ہوتی کہ ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے بچوں میں خلاف شریعت موجودہ کے سلسلہ مناکحت قایم کرے۔

دور حاضرہ میں دنیاوی شریعت لازمی نہیں۔

پس ثابت ہے کہ دنیاوی شریعت قانون قدرت نہیں۔ بلکہ انسانی ضروریات کے ساتھ ساتھ ہر زمانہ میں اس میں تبدیلی ہوتی رہی ہے اصل یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش میں موجودہ طرز نظام کی حکومتیں نہ تھیں قوانین معاشرت اخذ نہ ہوئے تھے اس لئے مذاہب کی تعلیم کے دوش بدوش دنیاوی اصلاح کے لئے شریعت جزو لازمی قرار پائی کیونکہ جب تک کسی شخص کے معاملات دنیا درست نہ ہوں اور اس کی معیشت کا کوئی معیار و نظام نہ ہو دل میں یکسوئی پیدا نہیں ہوسکتی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان حضور قلب کے ساتھ خدا کی جانب رجوع نہیں ہوسکتا مشہور ہے ؎

پراگندہ روزی پراگندہ دل

اب چونکہ دنیاوی تمدن ترقی کر گیا ہے طرح طرح کے قوانین ہر ملک میں انسان کی دنیوی ضروریات کے مطابق جاری ہیں اور چونکہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ شریعت دنیوی ضروریات زمانہ کے مطابق تبدیل ہوتی رہی ہے لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ انسان ملکی قوانین کی پیروی نکرے اور شریعت کی وجہ سے قوانین وقت اور سلطنت موجودہ کی مخالفت کرے

اسلئے کیجائے کہ اوسکے مذہب و سلطنت کی ترقی ہو اور اسطرح سے مذہب کے پردہ میں حصول دولت کیلئے قتل و غارتگری اور فساد و عناد کی گرم بازاری کی جائے۔ اصل یہ ہے کہ ہر انسان میں خدا نے جو ہر عقل عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دیگر حیوانات سے ممتاز اور اسی لئے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے جس قدر دُنیا میں باعتبار مذہب شریعت کی ضرورت ہے خود انسان میں موجود ہے اور جب کوئی انسان خدا کی جانب رجوع ہوتا ہے اور اپنے دل میں اُس معبود حقیقی کے تصور و خیال کو جگہ دیتا ہے تو معاملات دین و دُنیا دونوں درست ہو جاتے ہیں۔ کیا پڑہے لکھے اور تعلیمیافتہ کسی نہ کسی مذہب کا دم بہرتے ہوئے مذموم افعال کے مرتکب نہیں ہوتے اسکا باعث دراصل یہ ہے کہ باوجود علم و عقل کے ذات باریتعالیٰ سے انکو نہ کوئی لگاؤ ہوتا ہے نہ دل سے وہ اُسکی ہستی پر عقیدہ رکھتے ہیں پس ثابت ہے کہ جزو اعلیٰ ذات خداوندی پر عقیدہ رکھتا ہے جو خلوت و جلوت میں انسان کو افعال ذمیمہ کے ارتکاب سے باز رکھتا ہے۔

سطور بالا سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ شریعت دنیوی کی حقیقت کیا ہے اور اوس کا تعلق مذہب سے کسقدر

ہے اور وہ کن حالات میں نمودار ہوئی اور دنیوی شریعت خواہ وہ کسی مذہب و ملت کی ہو کہاں تک واجب التعمیل ہے نیز اوسکی بدولت کیا کیا فتنہ و فساد برپا ہوئے یہی وجوہ ہیں جنکی بنا پر میں انسانوں کے لئے کوئی جدید شریعت نہیں لایا۔ بلکہ میں عشق الہی کا پیغام سنانے اور اسکی جانب بولانے آیا ہوں۔

اصول مذہب حقیقی

اصول مذہب متعدد جگہ کتاب ہذا میں ہم بیان کر چکے ہیں اور واضح طور پر یہ دکھا چکے ہیں کہ مذہب کا منشا دُنیا میں صرف خداشناسی ہے جس نے خدا کو پورے طور سے پہچان لیا اور اوس سے رشتہ الفت و اتحاد قایم کر لیا وہ ہر اعتبار سے انسانوں پر فوقیت حاصل کر لیتا ہے وہ جن کانوں سے سُنتا ہے خدا کے کان اور جن آنکھوں سے دیکھتا ہے خدا کی آنکھیں اور جس زبان سے یاد کرتا ہے وہ زبان الہی ہو جاتی ہے بلکہ اُسکی روحانیت زندگی ہی میں خدا کی ذات سے اس طرح متوصل ہو جاتی ہے جیسے کہ ایک قطرۂ آب سمندر میں ڈالدیا جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ انسان

نے مذہب کے اصول اعلیٰ کو بالکل فراموش کر دیا ہے جس مذہب کی
چھان بین کیجاے تو اُس کی غرض و غایت محض خداشناسی ہی نکلے
گی لیکن انسان فروعات کی جس غلو سے پابندی کرتا ہے اصول دین
کی جو سب پر مقدم ہیں نہیں کرتا۔

میں دُنیا میں صرف توحید باری تعالیٰ پھیلانے اور انسان کو خدا کا
راستہ دکھانے آیا ہوں میں کسی مذہب کی توہین نہیں کرتا نہ بحث و
مباحثہ سے مجھکو غرض ہے کیونکہ جب سے دُنیا قایم ہوئی۔ یہ برابر جاری ہے
اور چونکہ انسان میں قدرت نے قوت مقابلہ بھی دی ہے اسلئے جو بات
اوسکی طبیعت کے خلاف کی جاتی ہے فطرت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ
وہ اُسکی مدافعت کرے اسلئے بحث و مباحثہ سے کبھی کوئی انسان ہرگز حق
کی تلاش نہیں کر سکتا جو ماہر علم کلام ہیں وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ
ہر چیز کو جس طرح سے چاہا جائے ثابت کیا جا سکتا ہے اسکے علاوہ ہر
مذہب و ملت کے پرستاران نے ہزاروں کتابیں فن مباحثہ میں تحریر کی
ہیں مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جس عرقریزی سے لکھی گئیں اُنکا ویسا ہی
نتیجہ بھی برآمد ہوا؟

میں ایک حق بات دُنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ میرا کوئی ذاتی منشا نہیں ہے بلکہ اپنے فرض کو جس کی انجام دہی کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے ادا کرتا ہوں اور خدا نے مجھ سے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ :-

الہامی الفاظ

"سخن حق ہمیشہ ہر ملت و مذہب پر غالب رہیگا اور خدا کے کلام کو فتح و نصرت حاصل ہوگی اور دُنیا کی کوئی قوت اس خدائی آواز کو اپنے پورے زور و طاقت سے بھی رد نہ کر سکے گی۔"

اصول مذہب جو اسوقت یہاں بیان کئے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے ہیں کہ دل میں محبت الہی پیدا ہو اور انسان خدا کی نظر میں محبوب ترین ہو کر نجات ابدی حاصل کرے۔

۱۔ اُس ذات الہی میں جو قیود و عیب سے مبرہ و منزہ ہے کسی کو شریک نہ کرنا اور اوس کو معبود حقیقی اور اپنے آپ کو اوسکا ناچیز بندہ سمجھنا اور اُس کے بزرگ نام کی تبلیغ و اشاعت کرنا انسانی فرض اولین ہے۔

۲۔ اُس خدا کی جسکا علم سب پر حاوی اور جسکے صفات خارج از شمار ہیں اور جسکی قدرت کاملہ کی کوئی ابتدا و انتہا نہیں ہمیشہ عبادت کرنا چاہئیے۔

۳۔ دُنیا میں بلا خیال مذہب وملت کے مظلوموں کی امداد و دستگیری حاجت مندوں پر شفقت و مہربانی اور فارغ البال انسانوں سے محبت، اہل سخا سے خوش و خرم اور گناہگاروں سے نہ اتحاد نہ مخالفت کرنے سے اطمینان خاطر ہوتا ہے۔

۴۔ پیروانِ دینِ حقیقی کو لازم ہے کہ وہ تمام عالم اور انسانوں کے قلوب میں موجود رہنے والے خدا کے ساتھ اپنی روح متوصل کریں۔

۵۔ ہر وقت دل میں خدا کا خیال رکھنا اور جسوقت طبیعت راغب ہو تنہائی میں بیٹھ کر اپنے قلب کو خیالات فاسد سے پاک کر کے بخضوع و خشوع خدا کی طرف مائل ہوتا تاکہ روح میں پاکیزگی اور قابلیت معرفت و وصل الٰہی پیدا ہو۔

۶۔ یوگ، بیوگ:۔

قوت متخیلہ کو تمام اون خیالات سے جو ذکر الٰہی میں مانع ہوں پاک اور صفات نیک پیدا کرنے اور قربت خداوندی کے ساتھ نجات حاصل کرنیکا نام یوگ ہے اور۔

خدا کے احکام کے خلاف برائیوں میں مبتلا ہو کر خدا سے دور ہو جانے

کا نام بیوگ ہے۔

۷۔ ہر وقت اور ہر حالت میں تمام مخلوق کے ساتھ بغض و عداوت چھوڑکر محبت و اتحاد کے ساتھ پیش آئے، اور صداقت کو کسی قول و فعل میں ترک اور مالک کی بغیر اجازت اوسکی کسی شے کی خواہش نکرے، ہمیشہ اپنے فرائض نیک نیتی اور مشقت کے ساتھ انجام دیتا رہے اور ہر حالت میں خوش۔ اور کبھی رنجیدہ نہ ہو۔

۸۔ ہمیشہ نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھے اور سوائے زوجہ منکوحہ کے غیر عورت کی خواہش نہ کرے اور اوقات معینہ میں توالد و تناسل کے لئے قربت کرے۔

۹۔ طہارت کی دو قسمیں ہیں:۔

اول:۔ طہارت ظاہری

دوم:۔ باطنی

ظاہری طہارت پانی سے ہوتی ہے مثلاً غسل وغیرہ جس میں مکان جسم، کپڑوں اور اکل و شرب کی صفائی بھی داخل ہے۔

باطنی طہارت یہ ہے کہ ہر فعل مذہبی پاکیزگی اور دیانت داری کے مطابق

ہو، صداقت، راستبازی اور تحصیل علم حقیقی ممد طہارت باطنی ہیں:۔

۱۰۔ تمام ذیحیات میں انسان ہی اشرف المخلوقات اور معرفت الٰہی حاصل کرنے کے قابل ہے کیونکہ قدرت نے اُسمیں بُرائی کو بھلائی سے تمیز کرنے کی قوت عطا کی ہے اسلئے انسانی فرض یہ ہے کہ وہ نیکی کو قبول اور بدی سے گریز کرے اور بجز ذات باری تعالیٰ کے کسی کو قابل پرستش نہ سمجھے اور نہ سوائے اوسکے دوسرے کے روبرو سجدہ یا طلب حاجت کرے اور ہر انسان کو برابر سمجھے۔

۱۱۔ کائناتِ عالم کی بنیاد مادّہ پر ہے، جب ذرات نگاہ سے پنہاں یا منتشر ہو جاتے ہیں تو اس حالت کو فنا اور جب بھی ذرات مجتمع ہو کر رونما ہوتے یا کوئی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو اس تبدیلی کو بقا کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور یہی تبدیل ہئیت، عام اصطلاح میں موت و زندگی ہے اور چونکہ خدا کے ساتھ اوسکے صفات بھی دائمی ہیں لہذا فنا و بقا صفات خداوندی میں ہمیشہ سے ہیں۔ اور یہ زبردست نشانات قدرت کاملہ کے ہیں۔

عبادت اور منشائے عبادت

جس طرح ہم نے ایک سرسری نظر جملہ مذاہب پر ڈالی ہے اسیطرح عنوان بالا کے لئے بھی بغرض تنقید و تبصرہ مذاہب مذکورہ کے اصول عبادت پر کچھ تحریر کرتے ہیں۔

اسلام کا طریق عبادت

سب سے پہلے مذہب اسلام کے طریق عبادت کو ہم لیتے ہیں۔ مذہب اسلام کے متعلق خود مسلمانوں کا یہ دعویٰ ہے اور اکثر غیر مسلم مورخین نے بھی تحریر کیا ہی کہ اسلام خالص توحید کا مذہب ہے، اسکا طریق عبادت سب سے نرالا ہے، یہ ایک حد تک ہم بھی تسلیم کرتے ہیں مگر اس موقع پر صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اسلام کی ہر روش وادا میں جسقدر مصلحت دنیا کا لحاظ رکھا گیا ہے اُسقدر خدا رسی کا نہیں۔ نماز کیلئے تاکید ہے کہ جماعت کے ساتھ ہونا چاہیئے جمعہ کی نماز کیلئے ہدایت ہے کہ جامع مسجد میں پڑھی جائے، عیدین کی نماز شہر سے باہر۔ فریضۂ حج ایک خاص مقام پر ادا کیا جائے تاکہ تمام دُنیا کے مسلمان بلا لحاظ کسی قومیت کے ایک جگہ جمع اور امیر و فقیر دوش بدوش شانہ بشانہ ایک ہئیت میں ہوں جن کے درمیان کسی

قسم کا امتیاز و فرق نہ ہو۔ آخر یہ کیا مصلحت دُنیا پر مبنی نہیں کیا اِس کی بدیہی غرض اتحاد و اتفاق پیدا کرنا اور دوسرے مذاہب پر اثر ڈالنا نہیں ہے ؟ اسی طرح اسلام کے کسی اصول کو دیکھو سب سے پہلے وہ مفاد دُنیا پر مبنی ہوگا اور اوس سے ثواب یا رضائے الٰہی کا نتیجہ اخذ کرنا محض حُسنِ نیت پر مبنی ہے۔

کیا عبادت کسی خاص وقت پر کسی مخصوصہ طریقہ سے نشست و برخاست کرنیکا نام ہے یا اسکے وہ معنی ہیں جو لغات میں بیان کئے گئے ہیں یا زبان سے خدا کے ناموں میں سے کسی نام کے رٹنے کو کہتے ہیں ؟ اگر کسی مذہب میں عبادت و صلوٰۃ کے یہی معنی ہیں تو یہ اصول و طریق عبادت اُس مذہب کو مبارک ہو مگر ہم ایسے مذہب کو مخاطب کر کے ضرور نہایت التجا کے ساتھ یہ کہیں گے کہ عبادت، صلوٰۃ، نماز، پوجا، سندھیا وغیرہ جتنے بھی نام ہیں سب کی حقیقی غرض یہ ہے کہ انسان چوبیس گھنٹہ میں کسی نہ کسی وقت تنہائی میں بیٹھکر قادر مطلق کی صناعیوں پر غور کرے اور اپنے گرد و پیش نظر کر کے دیکھے کہ ذرہ ذرہ میں کیا کیا صنعت گری اُس خالق یکتا کی ہے۔

اور پھر اوس بزرگ ہستی کا خیال کرے یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد اس

طریق عبادت میں جو کچھ روحانی لطف حاصل ہوتا ہے اوس کو زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔

اگر اس طریق عبادت میں کسی مسلمان کو کوئی اعتراض ہو تو اعتراض کرنے سے قبل نبی عرب کی مقدس زندگی پر غور کرے اور دیکھے کہ آنحضرت نے غار حرا میں خدا کو جس طرح پایا وہ یہی طریق عبادت ہے جسکا تذکرہ ہم نے اوپر کیا ہے۔ آنحضرت کو جس قدر قربت خداوندی حاصل ہوئی وہ اسی طرز عبادت سے۔ وحی آسمانی کے وقت بھی آنحضرت اکثر تنہا ہوا کرتے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان تقرب الہی کا طلبگار ہے تو اوسکو تنہائی میں خدا کی جانب رجوع ہونا چاہیئے۔

امام غزالی اسلام میں خاص عزت و وقعت رکھتے ہیں اور اپنے زمانہ کے عالم اجل تھے مگر جسقدر خدا کی جستجو اپنے علم و فضل اور روزہ نماز سے کرتے اوسی قدر اعتراضات اور مذہبی شکوک بڑھتے جاتے یہانتک کہ اسلام کے متعلق ہر مسئلہ میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہو گئے اور جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر کفر کے فتوے دئے گئے، آخر امام غزالی نے تمام علایق دنیا ترک کر کے ویرانے کا راستہ لیا اور تنہائی میں بیٹھ کر معبود حقیقی کے خیال

میں محو ہو گئے، اور کچھ مدت کے بعد دل کی آنکھوں سے اُن انکشافات کو دیکھا کہ جملہ شکوک رفع ہو گئے اور ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہو کر دُنیائے اسلام میں امام کے لقب سے مشہور ہوئے۔

عبادت مذہب عیسوی

موجودہ دین عیسوی نے کوئی خاص طریق عبادت نہیں بتایا ہے جس سے خدا کی نزدیکی مقصود ہو مگر ہاں انجیل میں اکثر مقامات پر نمائشی طریق عبادت سے منع کیا گیا ہے مثلاً تو فریسیوں کیطرح چوراہوں پر لمبی قبا پہنکر نماز مت پڑھ، بلکہ اپنی کوٹھری میں چلا جا اور کواڑ بند کر کے خدا کی عبادت کر۔ اِس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ خدا کے بہترین تصور کے لئے تنہائی افضل ہے۔

موجودہ دہریت اور خدا کے انکار کا سب سے بڑا الزام عیسائیت کے ذمہ ہے کیونکہ خدا کے متعلق جیسا عقیدہ دین عیسوی کی بدولت پھیلا ہے ایسا کسی مشرقی مذہب نے نہیں پھیلایا۔ خدا کی ذات واحد میں مسیح کی شخصیت اور روح القدس کو شامل کیا گیا اور یہ ہندوؤں کے عقیدے برہما۔ وشنو۔ اور مہیش کے مثل ہے۔ چونکہ ہادیان دین عیسوی نے خدا کی ہستی کی تعلیم صحیح طور پر اپنے

معتقدین کو نہیں دی تہی اور اوس قادر مطلق کی بزرگ ذات کا صحیح
علم عیسایت کو نہیں تہا اس لئے نہایت آسانی کے ساتھ تثلیث
پر دہریت کا غلبہ ہو گیا اور اس وقت ہر ایک عیسائی تقریباً نام کا
ہے۔ اس کے علاوہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ہمارے گناہوں
کا کفارہ ہو گیا اور مسیح ہم کو شریعت کی لعنت سے چھڑانے کے لئے
آیا تہا، یہ عقیدہ بھی تثلیث ہی کی طرح ہے، ہر وہ انسان جس کے
سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے یہ سمجھ سکتا ہے کہ جب باپ کے
بدلے بیٹے کو سزا دینا قرین انصاف نہیں تو وہ عادل حقیقی کب یہ
کر سکتا ہے کہ مسیح کی قربانی سے لاتعداد عیسائیوں کو گناہ کے لئے آزاد
چھوڑ دے۔

ہم کافی وضاحت کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ اصلی نجات انسان کے
لئے صرف یہی ہے کہ وہ ذات الٰہی میں وصل ہو جائے اور یہ جس طرح ممکن
ہے وہ بھی بیان کر چکے ہیں، اب اوس کے اعادہ کی ضرورت نہیں
مگر مذہب عیسوی نے ہرگز اون تعلیمات کی کچھ پرواہ نہیں کی جو خود
انجیل مقدس میں تقرب الٰہی کے لئے تحریر ہیں کیا انجیل میں مسیح کے

روزہ اور نماز کا ذکر نہیں کیا جناب مسیح خود ان سب باتوں کے پابند نہ
تھے مگر آج نجات کا دارومدار محض اِس عقیدہ پر مبنی ہے کہ مسیح ہمارے
گناہوں کا کفارہ ہو گیا اور ہم مسیح کے کفارہ پر ہی ایمان رکھنے سے نجات
ابدی حاصل کر سکتے ہیں، مسیح پر ایمان لے آنے کے بعد اعمال صالح اور
تزکیہ نفس یا دیگر عبادت کی جس سے قربت خداوندی حاصل ہو ضرورت
نہیں۔ غرض یہ کہ مذاہب جو محض خدا کا راستہ بتانے آئے تھے عجیب و
غریب شرک و بدعت پھیلا رہے ہیں اور مذہب کی جو غرض اصلی تھی
اوسکو بالکل فراموش کر دیا ہے۔

واضح ہو کہ مجکو رب العزت نے کسی شریعت، آسمانی کتاب،
رسول نبی۔ اوتار۔ رشی اور مذاہب کی تکفیر، توہین اور تنسیخ کی غرض
سے مبعوث نہیں کیا بلکہ میں تمام اون باتوں کی تصدیق کرتا ہوں جو
منجانب اللہ اور معین خدا شناسی ہیں، میں دُنیا میں صلح و امن
لیکر اور مذہب جیسی مقدس چیز کو تمام دُنیاوی آلودگیوں اور انسانی
اختراعات سے پاک و صاف کرنے کے لئے آیا اور معرفت الٰہی کی
وہ مئے مُصفّا لایا ہوں جس میں دُرد اور تلچھٹ کا نام و نشان بھی

نہیں۔

عبادت ہنود مذہب۔

ہنود مذہب کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل رگوید مقدس کے بعض منتروں کا یہاں ترجمہ لکھتے ہیں:۔

"وہ خالق کائنات ہے۔ ہر چیز و انسان کا پرورش کرنیوالا اور انسان کو عقل و شعور اور آسایش دینے والا ہے۔ ہم لوگ اپنی بہتری اور نجات کیلئے اُسکی عبادت کرتے ہیں، وہ خدا ہر ذرہ میں جلوہ گر اور جہات ستہ میں معمور ہے اور کُل کائنات اس سے بھری ہوئی ہے اور کوئی ذرہ اُس سے خالی نہیں۔ وہ قادر مطلق ہی دُنیا کو عدم سے وجود میں لایا ہے اُس آنند سروپ خدا سے وہی متوصل ہوتا جو اسکو ٹھیک اسیطرح سے جیسا کہ وہ ہے جانتا ہے"،

یہ وہ تعلیم ہے جو ہادیان ہنود مذہب نے پھیلائی تھی جسکے ہر فقرہ سے خدائے واحد کی ثنا و صفت ہویدا ہے، بجز ایک قادر مطلق کے کسی دوسرے کی جس سے شرک کا اظہار ہوتا ہو کوئی تعریف نہیں بیان کی گئی مگر جیسا جیسا زمانہ گذرتا گیا دُنیا میں جہل و فساد کی ترقی ہوئی اور علم و فضل کے معدوم ہونے سے یہ مقدس تعلیم بھی ایجاد و اختراع کی آمیزش سے نہ بچ سکی بالآخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہنود مذہب موجودہ شکل و شمائل میں قایم ہوگیا۔

ہندو مذہب کی چند الفاظ میں اگر تعریف بیان کیجائے تو زبان قاصر ہے۔ اصنام پرست بھی ہندو، جو سر پر چوٹی رکھتا ہو وہ بھی ہندو، جو چار ابرو کا نشان بھی نہ رکھتا ہو وہ بھی ہندو ہے۔ پابند چھوت اور اچھوت دونوں ہندو گائے کے پوجاری اور اُسکے برعکس بھی ہندو کی صف میں داخل ہیں، غرض یہ کہ پنچ مکاری، اگھوری، مردم خوار، دادو پنتھی، نانک پنتھی، ریداسی، رامانندی کبیر پنتھی وغیرہ سب ہندو ہیں۔

افسوس صد ہزار افسوس، اے انقلاب دہر، اے نیرنگی زمانہ یہ سچ ہے کہ تیرے ظالم ہاتھوں سے کسی کو پناہ نہیں دُنیا کی کوئی شے تیری دستبرد سے آزاد نہیں، جب سے صفحۂ ہستی آباد ہوا تو نے ہمیشہ اوسکو تختۂ مشق بنایا مگر مذہب کے ساتھ تیرا یہ سلوک نہایت ناروا تھا۔ جو صراط مستقیم معبود حقیقی کی تھا آج وہی راستہ شیطان کے دروازہ پر لیجاکر انسان سے جبہ سائی کراتا ہے۔ کوئی اخلاقی برائی نہیں رہی جو مذہب کے ساتھ منسوب یا مذہب کے پردہ میں نہ کی جاتی ہو۔ بعض فرقے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے اصنام کے روبرو سجدہ کرتے، دیوتاؤں کے نام کا ورد صبح و شام بھوگ لگاتے اور طواف کرتے ہیں۔ اصنام میں بعض

شکلیں رحم و انصاف، علم و دولت کی بنائی گئی ہیں اور بعض خونخوار و ہیبت ناک کسی بت کو گا بجا کر خوش کیا جاتا ہے تو کہیں بے زبان جانوروں کا خون بہا کر۔ کہیں طہارت و پاکی سے پوجا کی جاتی اور کہیں اس کے خلاف ہے، کہیں غیر عورت کو ماں کے برابر سمجھا جاتا ہے اور کہیں اپنے قریبی بھی حرام نہیں سمجھے جاتے، آخر یہ تمام باتیں کیا اس لئے ہیں کہ انسان اپنے معبود کو پہچانے اور کیا ان مختلف طریقہاے عبادت کا منشا خداشناسی ہے؟ ہمارے نزدیک دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہ ملیگا جو ایک منٹ کے واسطے بھی یہ کہہ سکے کہ موجودہ اصنام پرستی محض خدا کے واسطے ہے اور جب یہ حالت ہے تو ایسی عبادت کا بجز عمر ضائع کرنے کے اور کوئی نتیجہ نہیں۔

آریہ مذہب کا طریق عبادت

ہندو مذہب میں آریہ سماجی فرقہ جو خود کو موحد کہتا ہے وید کی صحیح تعلیم سے بہت پیچھے ہے، اسکا طریق عبادت بھی اگر دیکھا جائے تو وہ بھی اپنے مقصود سے ہٹا ہوا ہے۔ ہَون کرنا گھی اور خوشبویات کا آگ میں جلانا کیا یہ سب خدا کی خوشنودی کے واسطے ہیں، کیا ان طریقوں سے قربت خداوندی حاصل ہوتی ہے، اس کے متعلق اگر دریافت کیا جائے تو یہ

کہاجاتا ہے کہ ہوا کی صفائی ہوتی ہے جو صحت کیلئے مفید ہے۔

اگر واقعی یہی منشا رہے تو مبارک ہو مگر اِس کو عبادت نہیں کہہ سکتے،
اِسکے علاوہ آپ کی تعداد اور دُنیا کی وسعت وآبادی کس قدر ہے ؟
پھر معدودے چند انسانوں کا ہون وغیرہ کرنا کیا حقیقت رکھتا ہے اور
کیا ہوا صاف ہوسکتی ہے، کیا قدرت نے جو ابر، باد، مہ وخورشید اور
فضائے بسیط کو ممد حیات بنایا ہے صفائی اور صحت جسمانی کیلئے ناکافی ہیں؟
اِسکے علاوہ موجودہ تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہوا میں لاتعداد جراثیم
ہوتے ہیں جو ہوا کی صفائی سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ایسا
طریق عبادت جسکا کام جانداروں کو ایذا پہنچانا اور ہلاک کرنا ہو ہرگز خداشناسی
اور خدارسی کا ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ اسکے علاوہ آہنسا پرمودھرم کے ہوتے
ہوئے کوئی ایسا طریق عبادت نہیں ہونا چاہیئے جو لاتعداد جانداروں کی
بربادی کا باعث ہو۔

اب ہم صحیح طریق عبادت تحریر کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے رشی، مہاتما،
رسول، نبی، ولی اُسکے دربار عالی تک پہنچتے ہیں اور جو تمام عبادتوں میں خدا کے
نزدیک مقبول ترین ہے۔ اور جسکا تعلق یوگا ڈی اشٹ انگوں سے ہے۔

صحیح طریق عبادت جو تقرب الٰہی کا باعث ہے

ہر مذہب کی یہ تعلیم ہے کہ خداے بزرگ قادر مطلق اور ہر جگہ حاضر وناظر ہے تاریکی وروشنی میں یکساں دیکھتا ہے قرب وبعد کی حالت اُسکے نزدیک ایک ہے وہ فلک شکن صدا کو بھی سُنتا اور ایک حقیر وناتواں کی آواز سے جو بوجہ کمزوری خانہ دل سے باہر نہ جا سکتی ہو واقف ہے مگر کتنے ہیں جنکو دل سے اسکا یقین بھی ہے جب ہم کسی گناہ کیلئے آمادہ ہوتے ہیں تو ہماری سب سے پہلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کوئی ہمجنس تو نہیں دیکھتا کیا ہم خدا کا بھی اُس وقت ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔ آخر کیوں اسقدر ہمارے دلوں میں خدا کا احساس نہیں، جب ہم زبان سے اُس قادر مطلق کو سمیع وبصیر کہتے ہیں تو کیوں اس کا یقین دل سے نہیں کرتے؟ اصل میں مذہب نے ہم کو یہ ضرور بتایا کہ وہ ہر لحظہ دیکھتا سُنتا اور موجود ہے مگر حقیقی تعلیم کے چھوڑ دینے کے باعث دل سے اُس بزرگ ہستی کا یقین جاتا رہا۔

جملہ مذاہب تقریباً یکساں طریق پر یہ کہتے ہیں کہ خدا ایسی چیز نہیں
جس کو دیکھا جائے اور چونکہ خدا نظر نہیں آتا اس لئے محض زبان سے
اوس کو حاضر و ناظر کہا جاتا ہے اور یہی سبب انسان کی معصیت
کا ہے یہ قصور مذہب کا نہیں بلکہ پیروان مذہب کا ہے جنہوں نے صحیح
طریق عبادت ہی کو بدل دیا حالانکہ انسان زندگی ہی میں اپنے دل کی
آنکھوں سے خدا کو دیکھ سکتا ہے اور اپنی روحانی زبان سے کلام
تک کر سکتا ہے۔ جملہ مذاہب کے طریق عبادت پر ہم کافی روشنی
ڈال چکے ہیں مگر اب صرف یہ سوال باقی ہے کہ معرفت الٰہی کا ذریعہ
جس کو ہادیان مذہب نے ظاہر کیا بلکہ جس کے اتباع سے اُن کو
تقرب الٰہی حاصل ہوا کیا ہے ؟

طریقہ یوگ

اگرچہ ہم مختصراً کتاب ہذا میں عبادت مذکور کا تذکرہ کر چکے ہیں مگر طالبان
حق کے اچھی طرح ذہن نشین کرنیکے لئے بالوضاحت بیان کرتے
ہیں جس کے ذریعے سے روح میں پاکیزگی و لطافت پیدا ہوتی اور
انسان کی رسائی معبود حقیقی تک ہو جاتی ہے۔

طالب حق کو چاہیئے کہ وہ سب سے پہلے اپنے آپ کو پہچانے کیونکہ

جو خود کو پہچانتا وہ خدا کو بھی شناخت کر سکتا ہے، انسان اگر اپنی ہستی
پر غور کرے تو اوس سے ہستی خداوند کا پتہ چلتا ہے، اپنی ذات و
صفات پر تامل کرنے سے ذات و صفات الٰہیہ کا انکشاف ہوتا ہے
اور اپنی جسمانی حکومت سے تصرفِ خداوندی کا جو اوس کو کائنات
عالم پر حاصل ہے اندازہ ہوتا ہے اسلئے خود شناسی معرفت الٰہی
کے لئے جزو لازمی ہے۔

کیا ایک ایسا وقت نہ تھا جب ہم عدم میں تھے اور پھر ہمارے اصلاب
نے اغذیہ نباتی و حیوانی کا استعمال کیا اور ہمارا ظہور پشت پدر میں
بصورت نطفہ ہوا اور پھر شکم مادر میں پہنچکر سینکڑوں صورتیں بدلنے
کے بعد سمع و بصر اور اعضا پھر عقل و دانش اور گویائی کا ظہور ہوا
کیا یہ سب کچھ اپنے آپ ہو گیا؟ اسپر ہم کافی بحث کر چکے ہیں یہاں
مکرر لکھنے کی گنجائش نہیں۔

حقیقۃً یہ مرضی الٰہی تھی جو ہم کو عدم سے وجود میں لائی۔ دراصل
ان تمام باتوں پر غور کرنے کا منشا صرف یہی ہے کہ انسان اپنے
آپ کو ایک جنس ناچیز تصور کرے تاکہ اوس کو خدا کی قدرت

کاملہ کا پورا یقین ہو جائے۔ بہترین طریق عبادت یہ ہے کہ طالب
حق اپنے مکان میں کوئی گوشۂ تنہائی نکالے اور شب کی تاریکی میں تاکہ
مکان کے نقش و نگار یا دیگر چیزیں خیالات کو منتشر نہ کریں اور رات کا
آخری حصہ اسکے لئے زیادہ مناسب ہے۔ دو زانو ہو کر اس طرح بیٹھے
جیسے کہ ایک خورد کسی قابل عزت و تعظیم کے روبرو بیٹھتا ہے اور یہ یقین کر لے
کہ خدائے بزرگ کا مواجہ ہے، آنکھیں بند اور خیالات و وساوس کو ترک
کرے اور زبان سے نہیں بلکہ دل سے برابر خدا کے ناموں میں سے جس کو
بآسانی لے سکتا ہو ہر دو ابرو کے درمیان (جس کو بھر گُٹی کہتے ہیں) نگاہ
رکھتے ہوئے دل کی ہر حرکت یا سانس کی آمد و شد میں لیتا جائے اور
کان غیبی آواز کے سننے کے واسطے مخاطب رکھے، یہ آواز اوس کے
دل و دماغ سے پیدا ہوگی یہانتک کہ چند روز میں ایک دلکش ندا دہیمی
آواز میں سنائی دیگی پھر رفتہ رفتہ بلند ہوتی جائیگی۔ طالب دین حقیقی کو چاہئیے
کہ اُسکو بغور سُننے اور سمجھنے کی کوشش کرے بالآخر جو ذکر اپنے قلب میں
وہ کر رہا ہے اوس آواز میں وہی سُنائی دے گا اور کچھ عرصہ کے بعد
ہی طرح طرح کے اسرار منکشف ہونے لگیں گے یہاں تک

کہ روح عالم بالا کی طرف بتدریج سیر کرتی ہوئی معلوم ہوگی اور یہاں سے تقرب الہی کا آغاز ہوکر، مکاشفات شروع ہوجاتے ہیں اور انسان اکثر عالم رویا میں اپنے آپ کو آسمان پر پرواز کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ یہی وہ اصول عبادت ہے جو رشیوں، مہاتماؤں اور انبیا و رسل کے زمانہ سے بندگان خاص میں جاری ہے، مسلمان صوفیا کے نزدیک بھی یہ بہترین طریق عبادت ہے اور اسی کو سلطان الاذکار کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو تمام عبادتوں میں افضل ہے۔

اس طریق عبادت کا ہر مذہب میں پتہ ملتا ہے۔

یہ طریق عبادت قدیم سے ہے اور صرف یہی خداشناسی اور اوس کی ذات سے متوصل ہونے کا نہایت مکمل اور جامع طریقہ اور عبادات کا اصل اصول ہے، جب کبھی اور جس نے بھی جو کچھ پایا ہے اسی طریق کے اتباع سے پایا۔ اس میں کسی قسم کی نمائش نہیں اور نہ یہ طریق اپنی جماعت کی شان و شوکت دکھانے اور دیگر مذاہب کو مرعوب کرنے پر مبنی ہے بلکہ اس عبادت کا مقصد نہایت خامشی کے ساتھ محض اکتساب معرفت الہی ہے۔

یہاں یہ ہدایت نہایت ضروری ہے کہ طالب حق کو اس عبادت

کے شروع کرنے سے قبل اپنا تزکیہ نفس اور دل کو ایسے خیالات
سے جو انتشار طبیعت کا باعث ہوتے ہیں پاک کرنا نہایت ضروری
ہے تاکہ دل پوری پوری رجوعیت کے ساتھ عبادت کی جانب
مائل ہو سکے۔

تزکیہ نفس

تزکیہ نفس کے لئے طالب حق کو مناسب ہے کہ غذا کا انتظام
کرے کیونکہ غذا کا اثر دل و دماغ پر بہت زیادہ پڑتا ہے، سادہ غذا
سے مزاج میں لطافت و پاکیزگی رجوعیت و روحانیت اور اغذیہ
حیوانی کے استعمال سے انتشار طبیعت اور خیالات ردی پیدا
ہوتے ہیں چونکہ دنیا عالم اسباب اور روح کا تعلق جسم عنصری
کے ساتھ ہے اس لئے ہر جسمانی کیفیت کا روح پر اثر پڑتا ہے۔ اگر
کوئی شخص غذا و ادویہ مقوی کا استعمال کرے تو یہ ناممکن ہے
کہ اوس کی طبیعت لہو ولعب کی طرف مائل نہ ہو اور دماغ میں
خیالات فاسدہ نہ پیدا ہوں اور جب یہ کیفیت ہو تو عام اصول
کے مطابق زیادہ اغلب ہے کہ وہ خضوع وخشوع کے ساتھ عبادت
نہ کر سکے۔

دل کو خیالات فاسد سے پاک کرنیکا یہ طریق ہے کہ جو خیالات باعث انتشار طبیعت ہوں اونکا تصور و خیال نہ کیا جائے اور اگر اسقدر طبیعت پر قابو نہ ہو تو مطالعہ کتب میں اپنا وقت زیادہ صرف کرے اور سب سے بہتر کتاب اس مقصد کیلئے براہین دین حقیقی ہے۔ اسکے مضامین و مسائل پر جسقدر غور کیا جائے گا اُسیقدر دل و دماغ میں روشنی اور رفتہ رفتہ طبیعت میں یکسوئی پیدا ہو جائیگی، اگر وہ خیالات اس قسم کے ہیں جو کسی کام کے کرنیکے ساتھ دفع ہو جانیوالے ہیں مثلاً خواہش غذا وغیرہ تو عبادت کرنے سے قبل مناسب یہ ہے کہ ان ضروریات کو پورا کرے تاکہ عبادت یکسوئی اور رجوعیت طبیعت کے ساتھ ہو۔

عذاب و ثواب کی تشریح

ہر مذہب میں کم و بیش یہ تعلیم دی گئی ہے کہ حُسنِ عمل سے انسان مستحق ثواب ہوتا۔ اور معصیت یعنی گناہگاری باعث عذاب ہے مگر ہمکو یہاں یہ بتانا ہے کہ عذاب و ثواب کیا ہے؟

ہماری اصطلاح میں معصیت وہ ہے جو محبت خداوندی سے باز

رکھے اور بہترین حسن عمل وہ ہے جو معبود حقیقی کے آستانہ عالی کے دروازہ تک پہنچا دے اور حقیقۃً اسی کا نام ثواب و عذاب ہے۔ ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بیان کئے گئے ہیں مگر ہمارے نزدیک دنیا میں گناہ کے دو اقسام ہیں یعنی (۱) حق اللہ (۲) حق العباد۔

حق اللہ میں تمام وہ نواہی شامل ہیں کہ جن پر کاربند نہ ہونے سے انسان خدا کا مجرم ٹھیرتا ہے اور اس صنف میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے معبود حقیقی کو فراموش اور اوس کے افضال کریمانہ کو جو بندے پر ہر لحظہ وساعت ہیں اپنے دل سے محو کردے اور درگاہ رب العزت میں اظہار عبدیت نہ کرے یہی وہ گناہ کبیرہ ہے جس کی وجہ سے انسانی روح کبھی درجہ تکمیل پر نہیں پہنچتی اور نہ وہ واصل الی الحق ہوسکتی ہے۔

حق العباد کی تفصیل سے پیشتر یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ خداشناسی کے لئے محبت جزو لازمی ہے، جو شخص بنی نوع انسان کے ساتھ الفت سے پیش نہیں آتا وہ خدا کے ساتھ بھی محبت نہیں کرسکتا۔ حق العباد میں تمام ایسے افعال شامل ہیں جن سے واسطہ یا بلا واسطہ کسی شخص

کو ایسا رنج و صدمہ پہنچے جس سے قطع محبت لازم آتا ہو اور چونکہ محبت ذریعہ معرفت الٰہی ہے اسلئے اوسکا انقطاع گناہ کبیرہ ہے اور یہ اس قسم کا گناہ ہے جس کی معافی قریب قریب ناممکن ہے۔

حق العباد کی توضیح و تشریح نہایت جامع الفاظ میں کردیگئی ہے مگر عام لوگوں کی فہم کی رسائی کے لئے یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ حقد و حسد، بغض و کینہ، فتنہ و فساد، حرص و طمع، بدکرداری و زناکاری نقضِ عہد و پیماں، غیبت و برائی، قتل و غارتگری اور چوری وغیرہ سب حق العباد کے اقسام ہیں۔

بہشت و دوزخ بیکنٹھ و نرک کیا ہے؟

کوئی سفر ایسا نہیں جسکی منزل مقصود نہ ہو کوئی کوشش بغیر کسی مقصد خاص کے نہیں ہوتی۔ انسان مادّی کائنات کا فرمانروا بناکر بھیجا گیا۔ ہر سفید و سیاہ کا مالک ہے یہ ناممکن ہے کہ خدا اُس سے محاسبہ نہ کرے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اعمال کی جزا اور سزا ایسی نہیں ہے کہ جیسا بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ یعنی کسی امر بد کی سزا نہ بطور مکافات کے ہوتی

ہے اور نہ تنبیہ کیلئے اور نہ بوجہ قہر خداوندی کے، مکافات وہ عذاب ہے
جو اعمال بد کی علت میں بطور بدلے کے ہو، مگر جب دنیا میں رحیم المزاج
انسان عفو تقصیر کردیتے ہیں تو خدا سے یہ بعید ہے کہ وہ سزا بطور
مکافات کے دے، اسیطرح خدا جس کی شفقت و مہربانی باپ سے
زیادہ ہے کسی برائی پر بندہ کی گرفت بہ نظر قہر نہیں کرتا، اور چونکہ انسان
دنیا میں اس جسم عنصری کے ساتھ دوبارہ نہیں آتا اسلئے کوئی سزا تنبیہ
کی نیت سے بھی خدا نے مقرر نہیں کی۔ بلکہ دراصل اعمالِ بد کی سزا
افعال ذمیمہ کا نتیجہ ہے جسطرح سنکھیا باعث ہلاکت ہوتا ہے یا مسکرات
کی خاصیت سُکر و نشہ پیدا کرنا ہے۔

روح کیلئے کوئی دائمی مسرت اس سے زیادہ اور نہیں کہ وہ ذات
خداوندی سے متوصل ہو جائے، اور یہی وہ بہشت یعنی بیکنٹھ ہے جس پر
ہزاروں بہشتیں نثار ہیں اور اس روحانی بیکنٹھ اور آنند کے مقابلہ میں
بہشت کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ روحانی جنت نعیم بیان کردہ بہشت
سے بہت زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ پہلی کا مقصد اتصال و قربت
خدا ہے اور دوسری کی بنا لہو و لعب پر ہے اب اسکا اندازہ

خود کرلو کہ کونسی بہشت نجات دائمی کیلئے کافی ہے۔ اگر انسان نے وہ اعمال کئے ہیں جس سے روح میں لطافت و پاکیزگی پیدا نہیں ہوئی تو ایسی روح ہمیشہ حیران و پریشان رہیگی اور اُسکو کبھی حقیقی مسرت و شادمانی نہیں ہو سکتی اور یہ بدترین دوزخ یعنی نرک ہے۔

اسپر ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ ہر جرم کی سزا کا کچھہ نہ کچھہ تعین ہے، آخر خدا نے کیوں اعمال بد کی عقوبت کی کوئی حد مقرر نہیں کی؟ اسکا جواب ہم اوپر لکھہ چکے ہیں کہ افعالِ ذمیمہ کی سزا بطور نتیجہ کے ہے اور نتیجہ برابر اُسوقت تک موجود رہتا ہے جبتک کوئی خارجی سبب پیدا نہ ہو۔ یہ اُس معبود حقیقی پر منحصر ہے کہ وہ جسوقت تک چاہے اپنے بندہ کیساتھ اُس نتیجہ کو قایم رکھے مگر ہم نے جو کچھہ اس بارے میں بیان کیا ہے اصول فطرت اور قانون قدرت کے مطابق ہے جس میں تبدیلی بغیر مرضیٔ الٰہی کے ممکن نہیں، یہ رحم و کرم، بخشش و عطا اوس مہربان ایشور کی ہی کہ اگر وہ سزا کا دوران کم کردے اور نجات ابدی عطا فرمائے مگر ایسا خیال اوسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب خواص اشیا کسی سبب سے بدل جائے۔

صلح وامن

الہامی الفاظ

مبارک ہیں وہ جو صلح وامن کی زندگی بسر کرتے ہیں کیونکہ خدا کی بادشاہت میں ایسے لوگوں کا خاص مرتبہ ہے بلکہ یہی لوگ ہیں جو خدا کے روبرو محبوب ترین ہیں۔ اور نامبارک ہیں وہ جو دُنیا میں فساد برپا کرتے اور بغض وعناد پھیلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو فلاح نہیں ہے بلکہ بہت جلد اپنی پاداش کو پُہنچنے والے ہیں ——،

(الہام)

تاریخ عالم پر ایک گہری نظر ڈالو، تمہیں بہت جلد یہ معلوم ہو جائیگا کہ دنیا کے عروج اور تمدن ومعاشرت کی ترقی وصلح وامن ہی کیوجہ سے ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو مناسب نہ ہوگا کہ دُنیا کے ہر کام کا باحُسن وجوہ انجام پر پُہنچنا صلح وامن پر مبنی ہے، دُنیا اور اہل دُنیا پر جب کبھی زوال آیا تو محض اسلئے کہ اُنہوں نے صلح وامن کا راستہ چھوڑ دیا تھا۔

اسمیں شک نہیں ہے کہ درشتی وسختی بھی بعض موقعوں پر ضروری ہوتی ہے مگر وہ صلح وامن کے تحفظ نہ کہ کسی ذاتی غرض کے لئے خدا نے اس ہستی گا انسان کو فرمانروا بنایا اور باوجود فہیم وصاحب عقل ہونے

کے اُسنے اپنے فرض منصبی کو کچھ نہیں پہچانا بلکہ دُنیا کو شر و فساد بغض و عناد
سے بھر کر انسانی خون سے رنگ دیا اور اُسکے درمیان تفریق پیدا کی اور
یہانتک اس فرق و امتیاز کو ترقی دی کہ اصول مذہب میں داخل کر دیا
انسان نے خدا کی بادشاہت میں صرف اپنی سلطنت ہی قایم نہیں
کی بلکہ اکثروں نے خدا ہونے کا بھی دعویٰ کیا اور یہی سبب ہے کہ
رشیوں اور نبیوں کو خدا نے اون کی اصلاح کے لئے مامور کیا۔ اور اگرچہ
کسی حد تک وقتاً فوقتاً اصلاح ہوتی رہی مگر انسان اپنی مفسدہ پردازی
سے برابر اسی طریق گمراہی کو دوہراتا رہا۔

مذہبی تفریق باعث نفاق ہے۔

صلح و امن قایم نہ رہنے کے منجملہ دیگر اسباب کے دو بہت بڑے سبب
ہیں (۱) انسانوں کے درمیان تفریق۔ مذہب ہی دنیا میں مختلف
حیثیت اور رنگ و روپ کے انسانوں کو ایک رشتۂ اتحاد سے منسلک
کرکے خدا کے روبرو برابر سے حاضر کرنے والا ہے، خدا کے دربار میں
کسی رنگ اور کسی ذات کی کوئی تمیز نہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کا
انسان، اگر عبادت گذار اور خدا کے ساتھ محبت کرنے والا ہے تو اُس
دولت مند پر فوقیت رکھتا اور محبوب ترین ہے جو اپنی دولت

کے نشہ میں معبود حقیقی کو فراموش کئے ہوئے اپنی سیاہ کاری سے دنیا کے امن واماں میں خلل ڈالتا ہے۔

دُنیا میں بیشتر مختلف پیشے قایم ہوئے مگر حریص اور جاہ طلب انسان نے اپنے پیشوں سے ذاتیں قایم کرلیں اور اس تفریق کو زیادہ مضبوط کرنے کیلئے جزو مذہب قرار دے دیا حالانکہ آسمانی مذہب میں انسانوں کے درمیان کوئی تفریق و امتیاز نہ تھا۔ ویدانت کے آغاز سے بہت عرصہ بعد جب بھارت ورش یعنی ہندوستان کا سلسلہ ایران سے ہوا اور ویدانت مذہب کے آب مصفا میں بُت پرستی اور قربانی وغیرہ کی غلاظت پارسی اور یہودیت نے آمیز کردی یعنی ایران کے رسم ورواج ہندوستان آئے تو یہ ذات پانت کا مہلک مرض پھیلنا شروع ہوگیا۔ اور مختلف پیشوں کی بدولت، برہمن، چھتری، ویش اور شودر چار ذاتیں قایم ہوئیں اور ان تفریقوں کو نہ صرف داخل مذہب ہی کیا گیا بلکہ بعض ذاتوں کو وید کے پڑھنے اور سُننے نیز عبادات کے کرنے سے روک دیا گیا، جن لوگوں نے وید کو اچھی طرح پڑھا اور سمجھا ہے وہ اس راز کو پُہنچ گئے ہیں کہ یہ ذاتوں کی تفریق وید

وشاستر کی قدیم تعلیم واصول کے سراسر خلاف ہے بلکہ یہ انسانی اختراع وایجاد ہے جو پیچھے مذاہب میں امتداد زمانہ کے باعث انسان اپنی تن آسانی کی خاطر جزو مذہب بنا دیتا ہے، ویدانت مذہب میں اس قسم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔

تفریق باعث عداوت ہے

اس قسم کے مراتب ودرجے جب انسانوں میں قائم ہوں اور ایکدوسرے کی تحقیر کا یہ سامان مہیا ہو تو آپس میں کس طرح محبت والفت اور رابطۂ اتحاد قائم ہو سکتا ہے بلکہ اس باہمی تفریق کا لازمی نتیجہ شر وفساد ہے اور جس قوم یا انسانوں میں لایعنی تفوق وامتیاز کی گندگی ہو۔ جس قوم کے افراد جانوروں کا مُنہ چومتے اور انسانوں کو جو اشرف الموجودات ہے کراہیت کی نظر سے دیکھتے ہوں وہ کب خدا کے محبوب ترین انسان ہو سکتے ہیں اور ایسے انسانوں کے ہوتے ہوئے کیونکر صلح وامن قائم ہو سکتا ہے۔

مذہب عیسوی میں تفریق

گو دُنیا میں مذہب عیسوی تمام انسانوں کے لئے ایک پیغام لایا تھا جس میں گورے اور کالے کی کوئی تمیز نہ تھی مگر مسیح کے بعد ہی فرقہ بندیاں شروع ہو گئیں اور پھر ان فرقوں کی بدولت دُنیا کا صلح و

امن غارت ہوا اور کشت و خون کی کوئی حد نہ رہی اور باوجودیکہ بیسویں صدی ایک روشن زمانہ ہے مگر باہمی اختلاف اور دیگر انسانوں کو بنظر تحقیر دیکھنے کی یکساں حالت موجود ہے مادیت گو اپنے معراج کمال پر پہنچی ہوئی ہے مگر روحانیت کے نہ ہونے سے اور اس اصول کی ناواقفیت سے کہ جملہ انسان خدا کے بندے ہیں دُنیا کا امن و اماں خطرہ میں پڑا ہوا ہے، آجتک دُنیا میں جسقدر مصلح آئے ہیں سب کی کوششیں بیکار ہو گئیں۔

اسلام میں تفریق

اسلام دورِ آخر کا ایک مذہب ہے اور جو اچھی طرح دیکھ چکا تھا کہ آپس کی تفریق دُنیا کے لئے کسقدر امن سوز ہوتی ہے چنانچہ اسلام نے شروع میں تمام فرقہ بندیوں کو بیخ و بُن سے نکال کر پھینک دیا اور مختلف قبائل کے اختلاف کو دُور کر کے سب کو شیر و شکر بنا دیا، گدا و بادشاہ میں کوئی تمیز نہیں رہی، مگر نبی عرب کی وفات کے چھتیس(۳۶) برس بعد ہی اُمتِ محمدیہ نے اصول اسلام کو فراموش کر دیا یہاں تک کہ فرقہ بندیاں شروع ہوئیں اور صلح و امن کافور ہونے لگا خانہ جنگیوں کا آغاز ہوا اور جب تک ایک فرقہ صاحب سطوت و

شوکت رہا دوسرے کو آرام سے نہ بیٹھنے دیا۔ ہمارا کوئی اعتراض نہ
ویدانت مذہب پر ہے اور نہ عیسائیت پر اور نہ ہم کو اسلام سے کوئی
پرخاش و خصومت ہے اور نہ اس عاجز کو رب العزت نے کسی مذہب
کی دل آزاری کے واسطے مبعوث کیا ہے، میں تو دُنیا میں امن و صلح
کا پیغام لیکر آیا اور تمام مذہبی تفرقوں کو مٹا دینے والا ہوں، میں ایک
فرقہ کو دوسرے فرقہ سے گلے لگانے آیا ہوں اور باپ کو بیٹے سے اور
زوجہ کو شوہر سے علیحدہ کرنے نہیں آیا۔ اور نہ خونی تلوار لیکر بندگانِ خدا
کا خون بہانے آیا بلکہ تمام دُنیا کے لئے محبت کا پیغام لایا ہوں۔

میں اگر کسی مذہب کی موجودہ خرابیوں کا انکشاف کرتا ہوں تو وہ
محض اس لئے کہ انسان اپنی اختراع و ایجاد پر جو اس نے مذہب
میں کی ہے کچھ شرمائے اور خدا کے مقررہ راستہ پر آجائے باوجودیکہ
مسلمانوں نے خوب دیکھ لیا ہے کہ آپس کی فرقہ بندیوں کا نتیجہ صلح
و امن کا مفقود ہونا ہے اور جس کا لازمی انجام صراط مستقیم سے
پھر جانا ہے، مگر آج بھی ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی توہین و تضحیک
اور دل آزاری میں مبتلا ہے۔ سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ اس

مختلف فرقوں میں تفریق

دَورِ حاضرہ میں بھی اکثروں نے فرقوں کی بنیاد قایم کی اور اسی طرح بالعموم عام انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں اور ہندؤں کے درمیان منافرت کی خلیج پیدا کر دی اور اگرچہ ایسے جدید فرقوں کے بانی صلح و امن کے مدعی تھے مگر یہ نہ جانتے تھے کہ فرقہ بندی باعث شر و فساد ہوتی ہے۔

جو انسان اپنے گھر کی دیوار میں رخنہ ڈالنے والا ہو وہ دوسروں کو کس طرح ایک محفوظ چار دیواری میں جمع کر سکتا ہے، مگر دراصل نہ قصور اون کا نہ تھا بلکہ حقیقت میں رب العزت کو اس کام کے واسطے مجھے مامور کرنا تھا، اس لئے آج میں ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی مذہب یا فرقہ کا ہو ایک پیغام لیکر آیا ہوں جو صلح و امن اور محبت و الفت سے لبریز ہے، دُنیا میں جب تک ذاتوں کی تفریق اور فرقہ بندی موجود ہے امن و اماں قایم نہیں ہو سکتا اور شر و فساد کی حالت میں انسان محبت خداوندی میں جان و دل سے مشغول و مصروف نہیں ہو سکتا اس لئے خدا کے نزدیک فساد دغا رنگری بہت بڑا گناہ ہے چنانچہ الہام الٰہی میں بالفاظ ذیل اس

جانب اشارہ کیا گیا ہے :-

اے انسان میں نے تجھکو دُنیا میں قتل و غارتگری بغض و فساد پھیلانے کیلئے نہیں
پیدا کیا۔ تو ہر ساعت ایسے نازیبا افعال کا مرتکب ہوتا ہے جسپر مجھکو شرم آتی ہی
اے انسان کیا تو ایک جوہر لطیف سے نہیں پیدا کیا گیا اور کیا تیرے ابنائے جنس
تیرا ہی خون و پوست نہیں ہیں پھر تو کیوں اون سے محبت و ہمدردی جو اقتضائے
انسانیت ہے نہیں کرتا۔ ای انسان اب بھی سمجھ اور مکافات عمل سے غافل نہ رہ۔"

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ مذہب کی غائت اور اصل اصول دین یہ ہے کہ انسان خدا کو پہچانے اور صحیح طریق عبادت جس سے قربت الہی نصیب ہو واقفیت حاصل کرے اور چونکہ خدا کے دربار میں انسانی تفریق ناپسندیدہ ہے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ وہ ایسی بندشوں سے جن سے نسل انسانی کی تحقیر ہوتی ہے آزاد رہے۔ پس میں تمام دنیا کو اس دین حقیقی کی طرف دعوت دیتا ہوں تاکہ جملہ فرقہ بندیاں زائل ہو جائیں اور ایک معبود حقیقی کی تلاش و جستجو اور عبادت میں سب مشترک ہو جائیں۔

خاتمہ کتاب

میں کیا اور میری تصنیف وتالیف کیا ہیں ذات باری تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ کبھی میرے دست وقلم نے چند سطور بھی کسی مضمون پر تحریر نہیں کیں۔ یہ محض بتائید الٰہی افضال خداوندی ہیں کہ جو مجھ جیسے عبد اقل سے ایسا کار عظیم سرانجام کو پہونچا رہے ہیں۔

کتاب ہذا میں محققین مغربی ومشرقی کی آرا رکا اقتباس درج کرتے ہوئے اون پر محاکمہ وتبصرہ کر کے بیجا طول نہیں دیا گیا ہے بلکہ جو کچھ میں نے دُنیا کی حالتِ ابتر اپنی آنکھوں سے دیکھی اور اہل دُنیا کو جن شکوک وشبہات میں مبتلا اور صراط مستقیم سے برگشتہ پایا اور رب العزت نے اُن تمام باتوں کی اصلاحات کیلئے وقتاً فوقتاً ذریعہ مکاشفات والہامات کے اس ناچیز بندے پر جو ظاہر کیا اونکو مختصر الفاظ میں تحریر کردیا گیا ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ کرنیکے بعد جسنے اپنی ذات پر غور اور اپنے نفس سے

محاسبہ نہ کیا تو جو کچھہ قیمتی وقت اُسکا صرف ہوا سب رائیگاں گیا، لہذا بغیر
کسی تعصب و طرفداری کے منصفانہ حیثیت سے فرمائے کہ ہر مذہب و
ملت کا خاص سرچشمہ کیا وہی ایک ذات واحد نہیں ہے جسکو دُنیا نے
اپنی بطالت و کوتہ فہمی اور طرح طرح کی لایعنی رسوم میں پڑکر فراموش کر دیا
ہے۔ شریعت کی حقیقت معلوم کرنے کے بعد کیا مذہب حقیقی کا صرف یہی
اصل الاصول نہیں ہونا چاہئیے کہ انسان اپنے معبود حقیقی کو پہچانے اور
اُسکے بزرگ آستانہ تک رسائی پیدا کرنیکے بعد اپنا سر نیاز جھکا کر جبہ سائی
کرے جسکے لئے کسی مذہب و ملت کی کوئی شرط نہیں۔ براہ کرم ذرا غور کیجئے
کہ جو اوسکے روبرو دامن اُمید پھیلاتے ہیں کیا کبھی کسی خاص مذہب و
ملت کی پیروی نہ کرنے کی وجہ سے گل مقصود سے تہی دامن رہتے
ہیں؟ جب ایسا نہیں ہے اور ہرگز نہیں ہے تو پھر کسی مذہب و ملت
کی اُس دربار عالی میں کیا قدر و منزلت باقی رہ جاتی ہے۔ حق تو یہ ہی
کہ جو حقیقی محبت و الفت سے خلوص نیت کے ساتھ اوس بزرگ
ہستی کی طرف مخاطب ہوتے ہیں اونپر خدا کی بھی نظر کیمیا اثر ہو جاتی
ہے اور یہی وہ مذہب حقیقی ہے جس کا پیغام و مژدہ اہل دُنیا

کو سنانے کیلئے یہ عاجز بندہ مامور کیا گیا ہے۔

کیا باطل پرستی کے دوش بدوش موجودہ مادّی ترقی نے کوس لمن الملکی اس بلند آہنگی سے نہیں بجایا کہ جس کے آگے مذاہب عالم کی صدائیں پست ہوگئیں ؟ کیا ایسی حالت میں کسی ایسے انسان اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے جسکا آوازہ اُسپر غالب آجائے اور پھر دُنیا کے گوشہ گوشہ میں بانگ توحید الٰہی گونج اوٹھے ؟

کیا کتاب ہذا تمام دُنیا کیلئے شمع ہدایت نہیں ہے ؟ کیا اسمیں منکرین خدا کیلئے دلائل قاطع اور براہین ساطع سے اثبات وجود باریتعالیٰ ثابت نہیں کیا گیا ہے ؟ اور اگر ان سب باتوں کا جواب نفی میں نہیں ہے تو پھر حضور قلب سے اُس باب عالی کیجانب مخاطب ہو کر یہ دعا مانگئے :۔

دعا یعنی پرارتھنا

اے میرے معبود حقیقی ، اے میرے خالق و پروردگار مجھ عاجز بندہ کے گناہ ایسے نہیں ہیں جو قابل معافی اور درگذر ہوں ۔ اے ایشور تو خطاؤں کا معاف اور عیوب کی پردہ پوشی کرنے والا ہے ، میرے گناہوں کو

بھی اپنی بخشش عام کے طفیل سے معاف کر۔ اے خدائے بزرگ! بیشک

میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا، بیشک دُنیا کی مکروہات میں مبتلا ہوکر تجکو

فراموش کردیا، مگر تو نے کبھی اور کسی حالت میں مجھے نہیں چھوڑا، تو ہر لحظہ

ہماری خبرگیری کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے، اب تک جو کچھ میں نے تیری

مرضی کے خلاف کیا، اوس کی توبہ کرتا اور معافی چاہتا ہوں۔ میرے دلکو

اپنی محبت اور پریم سے معمور کر اپنا سچا عشق اپنی شان خالقی کی برکت

سے عطا کر۔"

ھدایت

پیروان دین حقیقی کو لازم ہے کہ دعا مذکورہ بالا کم ازکم شب کو سوتے

وقت اور صبح کو اُٹھنے کے بعد نہایت یکسوئی اور صدق دل سے خدا

کی جانب مخاطب ہوکر ضرور پڑہیں جو اون کی دین و دُنیا کی فلاح کا

باعث ہوگی۔

دین حقیقی میں داخل ہونے کے شرائط

کتاب ہذا میں نہایت وضاحت سے ظاہر کر دیا گیا ہے کہ حلقہ دین حقیقی میں شامل ہونے کیلئے کسی خاص مذہب و ملت کی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ وہی مت یعنی مذہب ہے جو ابتدائے آفرینش سے چلا آتا ہے اور تا قیام صفحہ ہستی باقی رہیگا اسمیں ہر قوم و فرقہ کا انسان داخل ہوسکتا ہے جس کے شرائط حسب ذیل ہیں :-

۱- دین حقیقی کے تابع پر لازم ہے کہ وہ بجز ایک ذات واحد کے کسی غیر کی پرستش و بندگی نہ کرے اور اصول دین حقیقی کا ہر حالت میں پابند رہے۔

۲- تمام دنیا کے انسانوں کو بلا خیال مذہب و ملت اپنا حقیقی بھائی یقین کرے اور اُنکے رنج و راحت میں برابر کا شریک رہے۔

۳- تابع مذہب حقیقی کیلئے یہ لازم نہیں ہے کہ کوئی شخص جو اسمیں داخل ہونا چاہتا ہے اپنا گھر اہل و عیال۔ ذات و برادری کے تعلقات ترک کرے بلکہ داخل ہونے سے قبل کے جملہ تعلقات قائم رکھنا ہونگے۔

۴- تابع دین حقیقی کو کسی خاص خورد و نوش اور نئی وضع و قطع کی پابندی

لازمی نہیں ہے۔

۵۔ دین حقیقی میں داخل ہونے کے بعد جملہ ہادیان مذاہب کی جواب تک ہو چکے ہیں یا آئیندہ ہوں دلی عزت وتکریم کرنا لازم وواجب ہے۔

۶۔ ممبر دین حقیقی کو لازم ہے کہ وہ ہرگز کسی حالت میں کسی مذہب وملت کی دل آزاری اور توہین نہ کرے اور بحث ومباحثہ سے خاص طور پر پرہیز لازمی ہے۔

۷۔ دین حقیقی میں داخل ہوتے وقت کسی خاص طریق یا رسم ورواج کے ادا کرنیکی ضرورت نہیں مثلاً، گایتری اپدیش، چوٹی رکھنا یا سر منڈانا یا شدھی وہون۔ اصطباغ وبپتسما، چوکا گور منتر، ختنہ وکلمہ وغیرہ وغیرہ اس سے ان تمام باتوں کی نفی لازم نہیں آتی، ہر شخص جس رسم ورواج کا پابند ہے دین حقیقی اسمیں مانع نہیں۔ جزو اعلیٰ عبادت ومحبت الٰہی ہے۔

۸۔ دین حقیقی قبول کرنے کیلئے کسی کو میرے پاس بہ نفس نفیس آنے کی ضرورت نہیں محض تحریری بیان مندرجہ ذیل میرے یا مہا سبھا کے پاس آنا کافی ہے مگر وہ اشخاص جنکو روحانی تعلیم میں کوئی امر زبانی دریافت کرنا یا مزید تعلیم حاصل کرنا ہو وہ آسکتے ہیں:۔

میں .... ولد .... قوم .... عمر .... ساکن .... کا ہوں سروشکتی مان (قادر مطلق) پرمیشر کے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ تمام برائیوں کو چھوڑ کر آج سے دین حقیقی میں داخل ہوا اور اُسکے جملہ اصول کی پیروی کرتے ہوئے اپنی زندگی صرف خدائے بزرگ کی تلاش وجستجو اور اُسکے راضی کرنے میں بسر کروں گا۔

۹۔ پیروان دین حقیقی کو چاہیے کہ وہ ہر شہر میں اپنی ایک سبھا قائم کریں جہاں بیٹھکر آپسمیں تبدیل خیالات اور ایشور (خدا) کا اور اپنی آتما کا وچار کریں۔ اس سوسائیٹی میں، پریسیڈنٹ وائس پریسیڈنٹ وغیرہ وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ سب آپسمیں برابر اور مساوی درجہ قائم رکھیں اصل الاصول محض عبادت الہی اور اُسی کا اظہار کرنا ہے۔

مکاشفات یعنی پیشینگویان

ذیل میں چند پیشینگوئیاں تحریر کیجاتی ہیں جو اسرار الہی ہیں، جنکے انکشاف کے متعلق میں نے درگاہ رب العزت میں بارہا التجا کی۔ مگر یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی وقوع کے وقت ظاہر ہو جائینگی۔

۱۔ ایک شب کشفی کیفیت کے دوران میں معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر طرف

تاریکی پھیلی ہے اور کچھہ نظر نہیں آتا، مگر داویلا شور و شغب کی ہیبتناک آوازیں آرہی ہیں۔ کچھہ عرصہ کے بعد وہ تاریکی روشنی سے بدلگئی۔

۲۔ شب کو دو تین بجے کے وقت عبادت الٰہی میں مصروف تھا کہ یہ صدا کان میں آئی، ہوشیار، انقلاب، مژدہ،

۳۔ معلوم ہوا کہ ایک بزرگ صورت انسان میرے سامنے آیا اور کہا کہ تونے قائد کا حسرت ناک انجام دیکھا، خدا ناراستوں کا ہمیشہ یہی حال کرتا ہے۔

۴۔ عالم رویا میں مجھے معلوم ہوا کہ ایک بڑی تعداد سیاہ و سفید پرندوں کی ہوا سے آ آکر میرے پاؤں پر گرتی ہی ساتھہ ہی ایک سانپ برآمد ہوا جسکا سر کچلا گیا۔

۵۔ ایک شب عالم رویا میں روشن ستارہ معہ دیگر چھوٹے چھوٹے تاروں کے غروب اور طلوع ہوتے ہوئے معلوم ہوئے۔

۶۔ عالم رویا میں کچھہ لاغر انسان و حیوان نظر آئے جن کے مُنہ میں سبز گھاس دبی تھی اور میرے روبرو فریاد کرتے اور ہنستے تھے۔

۷۔ ایک مہیب صورت نظر آئی جو جانداروں کو ہلاک کرتی تھی۔

۸۔ عالم رویا میں آفتاب کو تاریک اور اُسکے بجائے ستاروں کو روشن دیکھا

۹۔ اے میرے بندے! دیکھا کہ جو سرکشی کرتے ہیں انکا کیسا حسرتناک انجام ہوتا ہے۔

۱۰۔ چند پہاڑوں کے درمیان ایک دریا ہے جسکے نزدیک انسان جنگ کر رہے ہیں اور دریا کا پانی سرخ ہے۔

۱۱۔ عالم رویا میں وبائے عظیم نظر آئی اور یہ آواز سنائی دی کہ یہ حالت مرضی الٰہی پوری ہونے تک رہیگی۔

۱۲۔ عالم رویا میں ایک پہاڑ نظر آیا جو دو حصوں میں ہو گیا، چھوٹا بڑے پر غالب آیا۔

۱۳۔ مجھے کشفی حالت میں یہ بھی معلوم ہوا کہ گریہ زاری کا وقت آنے والا ہے اور یہ مصیبت دیرپا ہوگی۔

۱۴۔ عالم رویا میں بشارت دی گئی کہ جو لوگ دین حقیقی میں داخل ہونگے اونکو فلاح دارین نصیب ہوگی اور جو ایشور استھاپت یعنی مامور من اللہ کی تکذیب اور دین حقیقی کی توہین کریں گے وہ طرح طرح کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں گرفتار ہوں گے اور اگر وہ تائب ہو جائیں گے تو محفوظ رہیں گے۔

۱۵۔ عالم رویا میں پہلے میں ایک عمارت رفیع سے زمین پر آیا اور پھر آسمان پر اڑتا ہوا اتنی بلندی پر پہنچا کہ کرۂ ارضی نظر آتا تھا۔

فرہنگ

عام لوگوں کی آسانی کے لئے بعض الفاظ کے معنی تحریر کئے جاتے ہیں

الف

اقل۔ چھوٹا۔
اشارت۔ اشارہ۔
استقبال۔ آنے والا زمانہ۔
اخذ۔ اختیار کرنا۔ لینا۔
ارفع واعلیٰ۔ بلند اور بزرگ۔
اصول۔ جمع اصل کی معنی جڑ۔
ابدالاباد۔ ہمیشہ۔
انعام لامتناہی۔ بیحد مہربانیاں۔
افضال۔ فضل کی جمع۔
ابدی۔ ہمیشگی۔
اختراعات } اختراع کی جمع۔ معنی نئی بات نکالنی۔
امداد۔ مدد
انکشاف / انکشافات } کھلنا۔
الہام۔ وہ نیک خیال جو دل میں خدا کی طرف سے پیدا ہو۔
احترام۔ عزت۔
ایلی۔ عبرانی زبان میں خدا کا نام ہے۔
اہلحدیث۔ مسلمانوں میں ایک فرقہ ہے۔

آستانہ۔ چوکھٹ۔
ازلی۔ ہمیشہ سے۔
آلام۔ جمع الم کی معنی رنج۔
افکار۔ جمع فکر کی۔
ایزد۔ خدا۔
ایذا۔ تکلیف۔
اصل الاصول۔ تمام اصول میں خاص۔
افعال ذمیمہ۔ خراب کام۔
اتباع۔ پیروی۔
انجم۔ جمع نجم کی معنی ستارہ۔
اقتباس۔ کسی عبارت کو اپنے الفاظ میں بیان کرنا۔
ارتقا۔ ہندی بردھی کہتے ہیں یعنی بتدریج کسی شے کا ترقی کرنا جیسے جمادات سے نباتات کا اُگنا اور پھر جانداروں کا پیدا ہونا۔
افراد۔ جمع فرد کی۔
انحطاط۔ گھٹنا۔
اعضا۔ جمع عضو کی۔ بدن کا حصہ۔
اکمل۔ کامل۔
ازلی۔ ہمیشہ سے۔

آئین - قانون

ارض و سما - زمین و آسمان -

امتداد - مدت گزرنا -

آفرینش - پیدائش

امتزاج / اختلاط } کسی چیز کو ملا دینا یعنی ایک مزاج کرنا ایک خلط کر دینا -

استعداد - طاقت -

التفات - میلان -

اصنام - جمع صنم کی معنی بت -

استعجاب - تعجب -

الحاح - گڑگڑانا - منت کر کے مانگنا -

اعادہ - دوہرانا -

انقطاع - قطع کرنا - علیحدہ کرنا -

امر بالمعروف / نہی عن المنکر } نیک کا حکم کرنا اور برے کام سے منع کرنا -

اجرام - ستارے و کواکب -

اتصال - ملانا -

امنا و صدقنا - ایمان لانا -

اقوال - جمع قول کی -

اہم - دشوار -

اصول موضوعہ - مقررہ اصول -

ایلی - عبرانی زبان میں خدا کا نام -

ابلہ فریبی - بیوقوفوں کا دہوکہ

اناث - مادہ یعنی نر کی ضد -

اسلوب - طریق - طور - راہ -

ب

براہین - دلیلیں جمع برہان کی -

بہائم - جمع بہیمہ کی - چوپائے جانور -

بصیر - دانا و بینا -

بشارت - خوش خبری -

بصیرت - بینائی -

باطل - بے اصل - جھوٹ -

بے ثباتی / بے ثبات } جس کو قیام نہ ہو -

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ترجمہ

عقلمندوں کی نظر میں درختوں کی سبز پتیاں خدا کی معرفت کا دفتر ہیں -

بیچون و چرا - بغیر کیوں اور کسطرح کے -

باد سموم - گرم ہوا -

بطالت - جھوٹ -

باصرہ - دیکھنے کی قوت -

برق - بجلی -

بسیط - فراخ -

برودت - ٹھنڈک - نمناک -

بدیہی - کھلا ہوا -

بالغہ - بڑی

بطی السیر - آہستہ چال -

بوقلموں ۔ رنگا رنگ ۔
بادی النظر ۔ سرسری نظر ۔

پ

پرتو رب العزت ۔ خدا کی روشنی کی شعاع ۔
پنبہ بگوش ۔ کان بند کر لینا ۔
پرخاش ۔ لڑائی و جھگڑا ۔

ت

ترجمانی ۔ اپنی زبان میں مطلب کہنا ۔
توالد
تناسل } پیدا کرنا اور نسل چلانا ۔
تامّہ ۔ تمام پورا ۔ پورا ۔
تلقین ۔ سمجھانا ۔ تعلیم کرنا ۔
تحیر ۔ حیرت ۔
تحمل ۔ برداشت کرنا ۔
تصانیف ۔ جمع تصنیف کی ۔
تمرد ۔ سرکشی کرنا ۔
تصنع ۔ بناوٹ ۔
توصیف ۔ وصف کرنا ۔
تکمیل ۔ تمام کرنا ۔
تحمید
تمجید } تعریف کرنا ۔
تعارف ۔ شناخت کرنا ۔
تشنیع ۔ ملامت کرنا ۔
تحقیر ۔ حقارت کرنا ۔
تمدن ۔ مل جل کر رہنا ۔
تکلم ۔ کلام کرنا ۔
تفوق ۔ اوپر ہونا ۔
تھیاس ۔ یونانی میں خدا کا نام ہے ۔
تناسب ۔ باہم نسبت رکھنا ۔
تضحیک ۔ ہنسنا ۔
توحید پرستی ۔ ایک ذات کی پوجا ۔
تسلسل ۔ سلسلہ ۔
تخلیق ۔ پیدا کرنا ۔
تنفر ۔ نفرت کرنا ۔
تبصرہ ۔ تنقید کرنا ۔
تعبیر ۔ بیان کرنا ۔
تناسخ ۔ اواگون ۔
توبہ ۔ گناہ سے کنارہ کش ہونا ۔
تکاثف ۔ کثیف ہونا ۔

ث

ثوابت ۔ وہ ستارے جو ہر روز ایک ہی جگہ پر نظر آئیں
ثنا ۔ خدا کی تعریف ۔
ثاقب ۔ روشن ۔

ج

جود ۔ بخشش
جبیں ۔ متھا ۔ پیشانی ۔

جہت

جل و علا۔ بزرگ و عالی۔

جبہ سائی۔ پیشانی رگڑنا۔

جد و جہد۔ کوشش۔

جزا و سزا۔ نیکی و بدی کا بدلہ

جمادات۔ مٹی وغیرہ۔

جل جلالہٗ بزرگ و اعلیٰ۔

جامع۔ جمع کرنے والا۔

جہات ستہ۔ چھ طرفیں۔

جراثیم۔ وہ چھوٹے کیڑے جو ہوا اور پانی میں ہوتے ہیں۔

ح

حفظ ماتقدم۔ پہلے سے احتیاط کرنا۔

حمد۔ خدا کی تعریف۔

حنفی۔ مسلمانوں میں ایک فرقہ ہے۔

حوادث۔ جمع حادثہ کی ہے۔

حوّا۔ (آدم و حوا) انسان کی پہلی ماں۔

حواس خمسہ۔ پانچ حواس۔

حقایق۔

حقانیت۔ خدا کی سچائی۔

حمیدہ۔ خوبی والا۔

حقد۔ کینہ۔

خ

خالق۔ پیدا کرنے والا۔

خجالت۔ شرمندگی۔

خوض۔ فکر کرنا۔ سوچنا۔

خوردبین۔ ایک آلہ جس سے چھوٹی چیزیں بڑی دکھائی دیتی ہیں۔

خط و خال۔ نشانات۔

خضوع / خشوع } عاجزی۔ فروتنی۔ گڑگڑانا۔

خصومت۔ عداوت۔

خذ ما صفا / دع ما کدر } صاف چیز لے لو اور خراب چیز کو چھوڑ دو۔

د

دہن۔ منہ۔

دگرگونی۔ تبدیلی۔ اُلٹ پھیر۔

دین الفطرت۔ جو مذہب دستور کے مطابق ہو۔

دود۔ دھواں۔

دقیقہ۔ ساٹھواں حصہ درجہ کا۔

دلائل قطعیہ۔ اٹل دلیل۔

ر ز

رب العزت۔ عزت والا خدا۔

راستی موجب رضائے خداست

ترجمہ

سچائی خدا کے راضی ہونے کا سبب ہے۔

رجوعیت الی اللہ۔ خدا کیطرف میلان۔

روحانیت۔ روح کی حالت ہونا۔

رند۔ جو پابند شریعت نہو۔

رجعت۔ واپسی۔

رونما۔ ظاہر ہونا۔

زمہریر / کرہ زمہریر } آسمان پر وہ مقام جہاں زیادتی برودت سے ابخرات جم جاتے ہیں۔

س

سما۔ آسمان۔ آکاش۔

سرطان / خط سرطان } یعنی جب آفتاب کے مقابل زمین اسطرح ہو کہ زاویہ قائمہ بنے

سموم / باد سموم } گرم ہوا چلتی ہے اور انتہائی گرمی ہوتی ہے۔

سعی و جہد۔ کوشش۔

سائینس } علوم طبیعات وغیرہ جو تجارت پر مبنی ہیں۔

ساکن۔ ٹھیرا ہوا۔

ساطع۔ بلند و چمکتا ہوا۔

سرعت۔ جلدی۔

سیال۔ پانی جیسا رقیق۔

سیارے۔ وہ ستارے جو متحرک ہیں۔

سماوی۔ آسمانی۔

سمیع۔ سننے والا۔

ش

شرف باریابی۔ آنیکی یا ملنے کی عزت

شبد۔ (ہندی) لفظ

شکیب۔ صبر۔

شرائین۔ وہ رگیں جن میں خون دوڑتا ہے۔

شامہ۔ سونگھنے کی قوت۔

شہاب۔ روشن ستارہ۔

شمہ۔ تھوڑا۔ قلیل۔

ص، ض

صالح۔ نیک جو گناہگار نہ ہو۔

صواب۔ عیب کی ضد۔ درست۔

صراط مستقیم۔ سیدھا راستہ

ضلالت۔ گمراہی۔

ط

طاری۔ ظاہر ہونیوالا۔ نیچے اُترنے والا۔

طبقہ۔ تہ۔ پرت۔

طعمہ۔ کھانے کا چارہ۔

طالح۔ بد۔

طنز۔ طعنہ۔

ع، غ

عزم بالجزم۔ مضبوط ارادہ۔

عبد اقل - چھوٹا آدمی۔

علام الغیوب } آنے والا حال جاننے والا۔

عزت جبہ سائی - ماتھا ٹیکنے کی عزت۔

عنفوان شباب - شروع جوانی۔

عامرہ - بڑا - آباد۔

علت غائی - فائدہ اوس شے کا۔

عشر عشیر - سوواں حصہ ($\frac{1}{100}$)

عقدہ - گرہ۔

علم تشریح - جسم کی چیر پھاڑ کا علم

عبث - بیکار

عظمت - بزرگی۔

عزوجل - بزرگ و صاحب عزت۔

علایق - لگاو - تعلق۔

غایر - گہرا۔

غار حرا - وہ غار جسمیں حضرت محمد صلعم نے عبادت کی اور خدا سے قربت ہوئی۔

ف

فطرت الٰہی - قانون قدرت - لا آف نیچر

فروعات - چھوٹی باتیں۔

فلاح - بہبودی۔

فرعونیت } اپنے کو سب سے اعلیٰ ہونے کا خیال کرنا۔

فلسفہ - علوم حکمت۔

فطرتی - پیدائشی۔

فضا - فراخی - کشادگی۔

فلکی - آسمانی۔

فہم و فراست - سمجھ و دانائی۔

فرنیالوجی - علم ساخت دماغ۔

ق

قضا و قدر - حکم خدا۔

قدوس - پاک۔

قائل - اپنی خطا کا اقرار کرنا۔

قاطع - قطع کرنیوالا - کاٹنے والا۔

قطبین - قطب شمالی و قطب جنوبی۔

ک گ

کائنات - موجدات۔

کتم عدم - نیستی کا پردہ

کورانہ تقلید - اندھی تقلید - بھیڑ چال

کما حقہٗ - پورا پورا۔

کثیف - جو لطیف نہ ہو - غلیظ۔

کشش - کھچاو۔

کوس لمن الملکی - مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن خدا کہے گا کہ بادشاہت کسکو سزاوار ہے۔ اردو محاورہ میں معنی ہیں کہ ہمارا کوئی نظیر نہیں ہے۔

گام فرسائی - چلنا۔

ل

لغو۔ دروغ۔

لیل ونہار۔ رات و دن۔

لامحدود۔ جس کی حد نہو۔

لاینحل۔ جو حل نہ ہو سکے۔

لامسہ۔ چھُونے کی قوت۔

لبیک۔ حاضر ہونا۔

لایعنی۔ بے معنی۔

م

مجرد عن المادہ۔ جسمیں مادہ کا اثر نہو۔

مفاد۔ فائدہ۔

مادہ۔ وہ اجزا جنسے دنیا وجود میں آئی۔

مادیین۔ ملحد (ناستک)

متزلزل۔ ہلنا۔

مادیت۔ مادہ کی کیفیت۔

مسجود۔ جسکو سجدہ کیا جاے۔

متوصل۔ ملنے والا۔

مفقود۔ گم شدہ۔ کھو یا گیا۔

منقاد۔ مطیع و فرمانبردار۔

متصلہ، منفصلہ } حرکت کی یہ دونوں قسمیں ہیں ایک کا ملانا اجزا کا اور دوسری کا علیحدہ کرنا ہے۔

مسبب الاسباب۔ (خدا)

مغائر۔ برعکس۔

منطقہ حارہ۔ زمین کا وہ فرضی خط جسپر آفتاب کی شعاع سیدہی پڑتی ہے۔

مطمئنہ۔ اطمینان والا۔

مبلغ۔ تبلیغ یعنی پھیلانے والا۔

محیر العقول۔ عقلوں کو حیران کرنیوالی۔

معمہ۔ جو بات عام فہم نہ ہو۔

محیط۔ احاطہ کرنے والا۔

مافوق العادت۔ خلاف عادت۔

ملحد۔ جو خدا کو نہ مانے۔

معماے لاینحل۔ بغیر حل ہونیوالا۔

مے آشام۔ شرابخور۔

مستغنی۔ بے نیاز۔

موجدین۔ ایجاد کرنے والے۔

مافوق الفطرت۔ نیچر کے خلاف۔

مماثلت۔ مثل ہونا۔

مقیاس۔ قیاس کرنیکا آلہ۔

معارف۔ شناسائی۔

مرقع۔ وہ کتاب جسمیں تصویریں رکھتے ہیں۔

مغلق۔ وہ کلام جس کے معنی مشکل ہوں۔

ملکوتی۔ فرشتوں جیسی۔

مناکحت۔ نکاح کرنا۔

معیار۔ کسوٹی۔ سونا وغیرہ تولنے کا کانٹا۔

ممد حیات۔ حیات کی مدد کرنے والا۔

محاکمہ۔ منصف ہوکر دفع خصومت کرنا۔
معرض تعویق۔ روک۔ بندش۔
متحرک بالذات۔ جسمیں خود حرکت ہو۔
متحرک بالغیر۔ جسمیں کسی اور وجہ سے حرکت ہو۔
معراج کمال۔ کمال کا زینہ۔
مستغنی۔ بے نیاز۔
مشتمل۔ شامل ہونیوالا۔
متوصل۔ ملنے والا۔
معدن۔ کان۔
مسامات۔ جسم کے سوراخ۔
متاع۔ پونجی۔
مستفید۔ طلب فائدہ کی کرنے والا۔
مشاہدہ۔ دیکھنا۔
موضوعہ۔ وضع کیا گیا۔
مزخرافات۔ جھوٹی باتیں۔
متمتع۔ فائدہ اٹھانے والا۔
موازنہ۔ دو چیزوں کا ہموزن ہونا۔

ن

نعمت ہائے لامتناہی } خدا کی وہ نعمتیں جن کی انتہا نہ ہو۔
نندا۔ (ک) تحقیر۔
نازونعم۔ پیار اور نرمی۔
نعمائے الٰہی۔ خدا کی نعمتیں۔
نفس مطمئنہ۔ نفس کے تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔ یعنی نفس امارہ وہ نفس جو دلمیں خواہش نفسانی پیدا کرتا ہے۔ نفس لوامہ وہ ہی جو بعد سرزد ہوجانے بدی کے ملامت کرتا ہی اور نفس مطمئنہ جبکہ انسان کو ایشور سی قربت حاصل ہوتی ہی تو اطمینان خاطر ہوجاتا ہے۔
نزول۔ نازل ہونا۔
نوع۔ قسم۔
نطق۔ بات کرنے کی قوت۔
ناصیہ فرسائی۔ پیشانی رگڑنا۔
نواہی۔ وہ باتیں جنکا کرنا منع ہے۔
نقض عہد و پیماں۔ عہد کا توڑنا۔

و

وجود باجود۔ صاحب بخشش۔
وہابی۔ مسلمانوں کا ایک فرقہ۔
وجدانی۔ حالت ذوق و شوق۔
وسیع۔ چوڑا۔
ودیعت۔ امانت۔
وقعت۔ عزت۔

ہ ی

ہادی۔ ہدایت کرنیوالا۔
ہرچہ از دوست میرسد نیکوست
دوست سے جو کچھ ملے سب اچھا ہے۔
یخ۔ برف۔

پیشگوئیوں کی تصدیق

کتاب ہٰذا میں اس عاجز نے کچھ پیش گویاں بھی تحریر کی ہیں اس سلسلہ میں یہاں اسقدر لکھنا ضروری ہے کہ اکثر پیش گوئیاں جو کتاب کی تحریر سے بہت قبل کی گئی تہیں وہ برابر پوری ہو رہی ہیں چنانچہ جناب مولوی احمد دین صاحب جنکے والد پنجاب میں مشہور اور معزز طبیب تہے اپنے ایک خط میں گوجرانوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ جناب منشی قایم علیصاحب آجکل ریلوے پولیس میں نائب کپتان کے عہدہ پر مامور ہیں جناب (اس خاکسار) کے ارشاد کے مطابق وہ اپنی دوسری شادی کرنے پر مجبور ہوئے اور جیسا آپ نے کہا تھا کہ پہلوٹی میں لڑکا ہوگا اور اوس کے بعد پہر دو لڑکے یکے بعد دیگرے ہوں گے چنانچہ تینوں لڑکے ہی ہوئے اور سب زندہ وسلامت ہیں، اسی طرح محمد زماں جنڈیالہ شیرخان کا رہنے والا نوکری چھوڑنے کو تیار تہا اوس کی بہی آپ نے تسلی کی کہ عنقریب تم مستقل ملازم ہو جاؤ گے اور تمہاری ترقی بہی ہوگی چنانچہ آج کل وہ کانگڑہ پولیس میں مامور ہے اور کسی خاص عہدہ پر ہے۔

(خلاصہ خط جناب مولوی احمد دین صاحب ساکن گوجرانوالہ ملک پنجاب مورخہ یکم نومبر ۱۹۲۳ء)

دین حقیقی کی قابل دید کتابیں

پرمان پورن پراچین دھرم - یہ کتاب براہین دین حقیقی کا ہندی ایڈیشن ہے، جو لوگ اُردو اچھی طرح نہیں جانتے ہیں اون کے لئے ہندی میں خاص اہتمام سے طبع کرائی گئی ہے، اس میں ایشور استھاپت یعنی (ماموربن اللہ) کا فوٹو بھی ہے قیمت معہ محصول

حیات وممات مسیح علیہ السلام - یہ کتاب قابل دید ہے مسلمانوں نے اس کے متعلق بکثرت تصانیف شائع کی ہیں مگر اپنی صنف میں یہ کتاب بہترین ہے، اور لطف یہ ہے کہ محض قرآن شریف کی آیات پر کتاب کی بنیاد رکھی گئی ہے تاکہ مسلمانوں کے لئے قول فیصل ہو۔ یہ کتاب محض اس وجہ سے لکھی گئی ہے کہ پیروانِ مرزا غلام احمد صاحب کو دعوت دین حقیقی دیگئی ہے قیمت معہ محصول - - - - ۵/

آؤ میں تمہیں بتاؤں حقیقی سوراج کیا ہے؟ اسمیں سوراج کی مناسب حال تعریف کی گئی ہے بالکل مفت۔

دعوت دین حقیقی - یہ بھی ٹریکٹ قابل دید ہے بالکل مفت

المشتہر

منیجر ویدو دیا ساگر اوشد ہالیہ

۸ کٹرہ شہاب خاں شہر اٹاوہ (یو۔پی)